اَلْمَنْطِقُ لِلْعُلُوْمِ وَالْفُنُوْنِ کَمِثْلِ السَّمَادِ لِلْحُقُوْلِ

علمِ منطق کے مشہور رسالہ الیساغوجی کی آسان، مختصر اور جامع شرح

سِراجُ المنطِق

شرح اُردو

الیساغوجی

افادات

جامع المعقول والمنقول ولیٔ کامل استاذ العلماء حضرت مولانا

مُحمّد منظُورُ الحق نور اللہ مرقدہٗ

سابق مہتمم واستاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیروالا (خانیوال)

ضبط وترتیب

ابو الاحتشام سِراجُ الحق عفی عنہ

استاذ دار العلوم عیدگاہ کبیروالا (خانیوال)

اعراب

ترجمہ

تشریح

فوائد

نقشہ جات

اِدارۃُ التصنیف دار العلوم کبیروالا خانیوال

اَلْمَنْطِقُ لِلْعُلُوْمِ وَالْفُنُوْنِ کَمِثْلِ النَّمَادِ لِلْحُقُوْلِ

علمِ منطق کے مشہور رسالہ الیساغوجی کی آسان، مختصر اور جامع شرح

سِرَاجُ الْمَنْطِق

شرح اردو

الیساغوجی

افادات

جامع المعقول والمنقول ولیٔ کامل استاذ العلماء حضرت مولانا

محمّد منظور الحق نوّر اللہ مرقدہ

سابق مہتمم واستاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والا (خانیوال)

ضبط وترتیب

ابوالاحتشام سِرَاجُ الْحَق عفی عنہ

استاذ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا (خانیوال)

اعراب ترجمہ تشریح فوائد نقشہ جات

ادارۃ التصنیف دار العلوم کبیر والا (خانیوال)

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

نام کتاب	سراج المنطق (شرح اردو ایساغوجی)
افادات	جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور الحقؒ سابق مہتمم واستاذ الحدیث دار العلوم کبیر والا
ضبط وترتیب	ابو الاحتشام سراج الحق عفی عنہ استاذ الحدیث دار العلوم کبیر والا (خانیوال)
اشاعت	ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
تعداد	۱۱۰۰
قیمت	۳۰ روپے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

برائے رابطہ

☆ سراج الحق عفی عنہ استاذ الحدیث دار العلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال موبائل **03006882535**

ادارۃ التصنیف دار العلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال

☆ مولوی محمد مرسلین متعلم جامعہ دار العلوم رحیمیہ ملتان موبائل **03007307166**

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ملنے کے پتے

☆ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب اویسی زید مجدہم خطیب مسجد اویس قرنی کوٹ لکھپت لاہور

☆ مولانا راشد حنیف صاحب زید مجدہم مدرس جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد

☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ☆ مکتبۃ الحسن اردو بازار لاہور

☆ عتیق اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ☆ مکتبہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان ☆ فاروقی کتب خانہ ملتان

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی ☆ دار العلوم جنرل سٹور کبیر والا ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

☆ اسلامی کتب خانہ ملتان ☆ مکتبہ امدادیہ ملتان ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان

انتساب

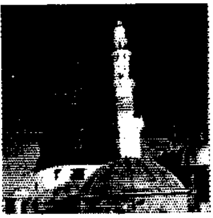

محسن انسانیت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی بارگاہ اقدس میں

نذرانہ عقیدت و محبت

جن کے فیض سے

ظلمت بھری دنیا میں اجالا ہوا

اور جن کا اسوۂ حسنہ نوع انسانی کیلئے

آج بھی مشعل راہ ہے

bestudubooks.wordpress.com

☆ رائے گرامی ☆

ولی کامل استاذ العلماء فضیلۃ الشیخ حضرت اقدس مولانا ارشاد احمد صاحب دامت فیوضہم

مہتمم وشیخ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

ایساغوجی منطق میں نورانی قاعدے کی حیثیت رکھتی ہے اگر طالب علم اس کو سمجھ کر پڑھے اور یاد کرلے تو شرح تہذیب اور قطبی وغیرہ میں قوانین منطق کے اجراء میں دقت محسوس نہیں کرے گا۔

عزیز صاحبزادہ مولانا سراج الحق صاحب سلمہ اللہ نے اپنے والد محترم شیخ المعقول والمنقول شہنشاہ تدریس استاذیم حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کو ان کے مخصوص انداز میں جمع کرکے ترجمہ وتشریح وفوائد کے عنوان سے مزین سراج المنطق (شرح اردو ایساغوجی) لکھ کر معلّمین و متعلّمین پر عظیم احسان کیا ہے، منطق میں استعداد بنانے کیلئے یہ انمول تحفہ ہے **جعلہ اللہ نافعا للمعلّمین و المتعلّمین**

ارشاد احمد عفی عنہ   دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆ رائے گرامی ☆

رأس الاتقیاء ولی کامل استاذ العلماء امام الصرف والنحو حضرت مولانا محمد حسن صاحب زید مجدہم

مدرسہ محمدیہ چوبرجی لیک روڈ لاہور

باسمہ تعالی: نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم: اما بعد! میرے عزیز مخلص بھائی حضرت مولانا سراج الحق صاحب جن کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے والد مکرم ومعظم جامع المعقول والمنقول محقق زماں حضرت مولانا منظور الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی وعملی اور روحانی میراث کا صحیح اور حقیقی جانشین بنایا ہے جن کی پرخلوص محنت اور کوشش کی برکت سے فن منطق کی ایک زیر نصاب مشہور کتاب شرح تہذیب کی شرح ''سراج التہذیب'' منظر عام پر آچکی ہے جو انتہائی سہل انداز میں لکھی گئی ہے اب انہی کے بابرکت قلم سے فن منطق کے ایک ابتدائی رسالہ ایساغوجی کی شرح بھی منصۂ شہود پر پہنچ چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی کی جملہ مساعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور جتنے بھی نیک ارادے ہیں اپنے خزانہ غیب سے ان کی تکمیل کے اسباب مہیا فرمائے۔ آمین!

محتاج دعاء   محمد حسن عفی عنہ   مدرسہ محمدیہ لیک روڈ چوبرجی لاہور

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَنطِقَ مُبَیِّنًا لِمَا فِی الْقَلْبِ وَالْجَنَانِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْاِنْسِ وَالْجَانِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ فَازُوْا بِالصُّحْبَةِ وَالْاِیْمَانِ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَهُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰی یَوْمِ الْمِیْزَانِ

اَمَّا بَعْدُ ! قبلہ والد محترم جامع المعقول والمنقول حضرت اقدس مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ کو خداوند عالم نے تدریس کا شہنشاہ بنایا تھا جنکا فیض بحمد اللہ پاکستان ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں بلاواسطہ یا بالواسطہ پھیلا ہوا ہے۔ انکے علمی جواہر پارے آج تک انکے شاگردوں کے پاس قلمی نسخوں کی شکل میں موجود رہے ہیں جن سے کسب فیض مخصوص طبقہ ہی میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔

مدت سے یہ دلی خواہش تھی کہ حضرت والد صاحبؒ کی درسی تقاریر اور علمی مواد کو افادۂ عام کے لئے طبع کرایا جائے اور حضرت والد صاحب کا طرز تعلیم جسکی وجہ سے پہاڑ جیسے ثقیل مضامین بھی موم کی طرح نرم ہو کر مخاطب کے ذہن میں خوبصورت پیرایہ میں منقش ہو جاتے تھے ایک دفعہ پھر زندہ ہو کر طلبہ بلکہ علوم وفنون کے اساتذہ کی کشتی کو بھی بھنور سے نکال دیں۔

اس سلسلہ میں بندہ نے پہلی کڑی کے طور پر قبلہ حضرت والد ماجدؒ کی شرح تہذیب کی درسی تقریر ’’سراج التہذیب‘‘ کے نام سے پچھلے سال شائع کی ہے۔ الحمد للہ اسے علماء اور طلباء میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْد۔ اب بندہ ایساغوجی کی درسی تقریر ’’سراج المنطق‘‘ آپکے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

شرح کو کامل، مفید اور نفع مند بنانے کے لئے اسمیں بندہ نے پوری کتاب کی عبارت بمع اعراب اور ترجمہ کا بھی اضافہ کیا ہے تاکہ اس شرح کا مطالعہ کرنے والا کتاب کا محتاج نہ ہو۔

اظہار تشکر! بندہ ان تمام حضرات کا انتہائی ممنون ہے جنہوں نے اس شرح کی تیاری میں کسی بھی درجہ میں بندہ کے ساتھ تعاون کیا خصوصا مولانا محمد محسن کبیر والوی متخصص جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا، حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب زید مجدہم، مولوی حفیظ اللہ مظفر گڑھی اور مولوی افتخار احمد کبیر والوی کا جنہوں نے شرح کی کمپوزنگ اور تصحیح وغیرہ میں بندہ کا بھرپور ساتھ دیا۔

اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں سے استدعاء ہے کہ اگر وہ اسمیں کوئی خوبی دیکھیں تو نہ صرف اس سرگشتۂ وادی جہالت، تہی مایہ و بے بضاعت کو اپنی دعوات صالحہ میں یاد رکھیں بلکہ خاص طور پر حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہ کی بلندی درجات کیلئے بھی دعا کریں کہ یہ انہی کی علمی زندگی کا پرتو ہے کہ بندہ اس نہج پر پہنچا ہے۔

آخر میں اس شرح کا مطالعہ کرنے والے معلمین وطلباء سے درخواست ہے کہ اس شرح میں بندہ سے یقیناً غلطیاں رہ گئی ہونگی دوران مطالعہ ان پر مطلع ہونے کے بعد بندہ کو آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں ان کی تصحیح ہو سکے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور حضرت والد ماجدؒ، بندہ اور دیگر معاونین کیلئے ذخیرہ آخرت اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

ابو الاحتشام سراج الحق عفی عنہ
استاذ دار العلوم کبیر والا (خانیوال)
۲۳/ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایساغوجی درس نظامی میں پڑھایا جانے والا علم منطق کا مشہور رسالہ ہے جو اگلی کتب منطق کے لئے متن اور اساسی حیثیت کا حامل ہے۔ اگر اسکو پوری محنت وتوجہ سے پڑھا جائے اور اسکے قواعد وضوابط کو خوب ذہن نشین کرلیا جائے تو ان شاء اللہ اگلی کتب منطق کو سمجھنا اور فن منطق میں کمال حاصل کرنا بالکل آسان ہو جائے گا اور پھر یہ قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تمام علوم میں معین ثابت ہوگی جو اس کے پڑھنے سے ہمارا مقصود ہے۔

ہر علم کو شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔ ﴿۱﴾ تعریف علم: اگر تعریف علم معلوم نہ ہو تو طلب مجہول مطلق لازم آتی ہے۔ ﴿۲﴾ موضوع علم: اگر موضوع معلوم نہ ہو تو ایک علم دوسرے سے ممتاز نہیں ہو سکتا۔ ﴿۳﴾ غرض وغایت ومقصد: اگر علم کی غرض معلوم نہ ہو تو عبث چیز کو طلب کرنا لازم آئے گا۔ ﴿۴﴾ واضع علم: تاکہ اس علم کی عظمت وشان دل میں اتر جائے۔ ﴿۵﴾ تاریخ علم: تاکہ اس علم کے بارے میں عظیم الشان علماء کی محنت اور عرق ریزی کے معلوم ہونے سے دل میں اس علم کی مزید عظمت بڑھ جائے۔ ﴿۶﴾ مقام ومرتبۂ علم: تاکہ اس علم کے پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے ﴿۷﴾ مصنفِ کتاب کا تعارف: تاکہ کتاب کی عظمت دل میں پیدا ہو جائے کیونکہ مصنِّف کی عظمت سے کتاب کی عظمت ہوتی ہے مشہور ہے کہ ”بازار میں مصنِّف ﴿لکھنے والا﴾ بکتا ہے مصنَّف ﴿کتاب﴾ نہیں بکتی“۔

علم منطق بھی ایک عظیم علم ہے اس کے شروع کرنے سے پہلے بھی مذکورہ بالا چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے

علم منطق کی تعریف:۔ منطق ایسا قانونی آلہ ہے جس کی رعایت رکھنا ذہن کو خطائی الفکر سے بچاتا ہے

موضوع:۔ منطق کا موضوع وہ معلوم تصورات یا معلوم تصدیقات ہیں جو مجہول تصورات یا مجہول تصدیقات تک پہنچائیں۔ **غرض وغایت:**۔ ذہن کو فکری غلطی سے بچانا۔

واضع علم:۔ منطق ایک فطری علم ہے کسی مقصد پر دلیل پیش کرنا اور قیاس کر کے نتیجہ نکالنا اور فکرِ ذہنی کو غلطی سے بچانا یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے اور ہر آدمی اس کی کوشش کرتا ہے لیکن اس علم کا باضابطہ اظہار سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوا مخالفین کو عاجز وساکت کرنے کیلئے بطور معجزہ اللہ تعالیٰ نے اس علم کو ظاہر فرمایا۔ پھر اس کو یونانیوں نے اپنایا یونان کے ایک حکیم ارسطاطالیس نے اس کو مدون کیا جس کو ارسطو بھی کہتے ہیں اسلئے اس کو منطق کا معلم اول کہا جاتا ہے۔

تاریخ علم:۔ ارسطو سے لے کر عباسی دور خلافت تک منطق کا سلسلہ یونانی زبان میں رہا۔ عباسی خلفاء میں

سے مامون الرشید نے سب سے پہلے یونان سے علم منطق کی کتب کا ذخیرہ منگوایا اور اس کو عربی میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ ابونصر محمد بن طرخان فارابیؒ نے وسیع پیمانے پر اس علم کو عربی میں منتقل کیا، نیز انہوں نے اس علم میں مزید کئی قواعد وضوابط کا اضافہ بھی کیا اس لئے ان کو معلم ثانی کہا جاتا ہے۔

فارابیؒ کے بعد شیخ ابوعلی ابن سیناؒ نے اس فن کو نہایت ہی منظم شکل میں تبدیل کیا اور مجتہدانہ طور پر اس کے مسائل کی خوب تشریح اور وضاحت کی اسلئے ان کو معلم ثالث کہا جاتا ہے۔

مقام ومرتبہ علم منطق:۔ علم منطق اگر چہ علوم مقصودہ میں سے نہیں لیکن مفید اور علوم آلیہ میں سے ضرور ہے۔ تعقل، ذہنی ورزش، تشحیذ اذہان، مبتدیوں کیلئے تربیت، کاملین کیلئے تکمیل فکر، عقلیت پسند ملحدین اور فلاسفہ کا رد، طرز استدلال میں پختگی حاصل کرنے، ذہنی نظم، فکری کاوش اور سلف کے علمی ذخیرہ سے مستفید ہونے کی استعداد فراہم کرنے کیلئے تحصیل منطق ضروری ہے۔ علم منطق کے بغیر قرآن کریم، سنت نبوی اور اسلام کی حکیمانہ تشریح سمجھنے سے ہم قاصر رہیں گے۔ اگر ہم امام غزالیؒ کی کتب، امام رازیؒ کی تفسیر، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حجۃ اللہ البالغہ، حضرت امام مجدد الف ثانیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ کی کتب اور دیگر کتب سلف سے فائدہ نہ اٹھا سکیں تو یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہوگی۔ اس لئے منطق کی تحصیل بقدر ضرورت انتہائی ضروری ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کا قول ہے کہ ”ہم تو صحیح بخاری کے مطالعہ میں جیسے اجر سمجھتے ہیں میر زاہد اور امور عامہ (کتب علم منطق) کے مطالعہ میں بھی ویسا ہی اجر وثواب سمجھتے ہیں“ (رسالہ النور ماہ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ)

﴿مختصر حالات مصنفؒ﴾

آپ کا اسم گرامی مفضل بن عمر ہے، اثیر الدین لقب اور مولانا زادہ عرف ہے۔ آپ ابہر کے علاقے کے رہنے والے ہیں اس نسبت سے آپ کو ابہری بھی کہا جاتا ہے۔ ابہر بعض حضرات کے ہاں روم میں ایک مقام کا نام ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ اصفہان کے ایک شہر کا نام ہے جو بحوالہ قاموس آب ہر (چکی کا پانی) کا معرب ہے۔

اپنے وقت کے جید عالم، فاضل اور بلند پایہ محقق ومنطقی تھے۔ امام فخر الدین رازیؒ جیسی عظیم الشان ہستی کے شاگردوں میں سے ہیں۔

تصانیف:۔ (۱) الاشارات (۲) زبدہ (۳) کشف الحقائق (۴) المحصول (۵) المغنی (۶) تنزیل الافکار فی تعدیل الاسرار (۷) ایساغوجی (۸) ہدایۃ الحکمۃ۔

آپکے دو رسالے ایساغوجی اور ہدایۃ الحکمۃ درس نظامی کے نصاب میں داخل ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَلَّامَةُ اَفْضَلُ الْعُلَمَاءِ الْمُتَأَخِّرِيْنَ قُدْوَةُ الْحُكَمَاءِ الرَّاسِخِيْنَ اَثِيْرُ الدِّيْنِ الْاَبْهَرِيُّ طَيَّبَ اللّٰهُ ثَرَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ۔

ترجمہ: ۔ شیخ، امام، علامہ، متاخرین علماء میں سے افضل، راسخ حکماء کے رہنما یعنی اثیر الدین ابہری نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انکا مقام اچھا بنائے اور جنت کو ان کا ٹھکانا بنائے۔

تشریح: ۔ یہ کتاب کا خطبہ ہے، اس میں مصنفؒ کے ایک شاگرد نے اپنے استاذ کی کتاب سے پہلے ان کے نام اور صفات کو ذکر کیا ہے، اس کے بعد کتاب شروع ہوگی۔ اس خطبہ میں ہم اہم الفاظ کی تشریح ذکر کریں گے۔

الشیخ: ۔ **شیخ کا لغوی معنی:** بوڑھا ہونا (جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو)

اصطلاحی معنی: اصطلاح میں شیخ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ﴿۱﴾ اہل سنت اور صوفیاء کے نزدیک شیخ کی تعریف یہ ہے کہ **مَنْ يُحْيِ السُّنَّةَ وَيُمِيْتُ الْبِدْعَةَ وَيَكُوْنُ اَفْعَالُهُ وَاَقْوَالُهُ حُجَّةً لِلنَّاسِ وَلَوْ كَانَ شَابًّا** (شیخ وہ ہے جو سنت کو زندہ کرے اور بدعت کو ختم کرے اور اس کے افعال واقوال لوگوں کیلئے حجت ہوں اگر چہ وہ نوجوان ہی کیوں نہ ہو)

﴿۲﴾ اہل علم وفن شیخ کی تعریف یوں کرتے ہیں **مَنْ لَّهُ مَهَارَةٌ كَامِلَةٌ فِيْ فَنٍّ مِنَ الْفُنُوْنِ اَوْعِلْمٍ مِنَ الْعُلُوْمِ وَلَوْ كَانَ شَابًّا** (شیخ وہ ہے جس کو علوم میں سے کسی علم یا فنون میں سے کسی فن میں مہارت کاملہ حاصل ہو اگر چہ وہ نوجوان ہی کیوں نہ ہو)

الامام: ۔ امام کا لغوی معنی پیشوا، رہنما اور مقتدا ہے۔ اصطلاح میں امام اسے کہتے ہیں جس کی دنیاوی یا دینی امور میں اقتداء کی جائے اور اس کو رہنما مانا جائے۔

فائدہ: ۔ اگر شیخ اور امام کا لفظ علم منطق میں بولا جائے تو اس سے مراد عام طور پر امام فخر الدین رازیؒ ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ الفاظ علم حکمت (فلسفہ) میں بولے جائیں تو ان سے مراد ابوعلی ابن سینا ہوتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں ان سے مراد امام اعظم ابوحنیفہؒ، علم نحو اور بلاغت میں ان سے مراد عبد القاہر جرجانیؒ علم کلام میں ان سے مراد امام ابومنصور ماتریدیؒ، صوفیاء کے ہاں شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور اہل کشف کے ہاں شیخ اکبر

محی الدینؒ مراد ہوتے ہیں۔

العلامة: ۔ لغوی معنی بہت زیادہ جاننے والا، اور اصطلاح میں جو شخص بہت بڑا عالم ہو اس کو علامہ کہتے ہیں بعض حضرات کے نزدیک علامہ اس کو کہا جاتا ہے جس نے ہر فن میں ایک کتاب لکھی ہو اور بعض کے نزدیک جو معقولات (علوم عقلیہ: منطق، فلسفہ وغیرہ) میں مہارت کاملہ رکھتا ہو۔

سوال: ۔ العلامة کے آخر میں تاء تانیث ہے اور یہ لفظ صفت بن رہا ہے الشیخ کی جو مذکر ہے حالانکہ موصوف، صفت میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہے تو یہاں مطابقت کیوں نہیں ہے؟

جواب: ۔ اصل میں العلامة کے آخر میں تاء تانیث نہیں ہے بلکہ یہ تاء مبالغہ کی ہے اسلئے موصوف، صفت میں مطابقت موجود ہے اور لفظ العلامة کا الشیخ کی صفت بننا صحیح ہے۔

فائدہ: ۔ تاء کی آٹھ قسمیں ہیں جو مندرجہ ذیل شعر میں مذکور ہیں

تانیث است و تذکیر و وحدت وہم بدل مصدریت ومبالغہ زائدہ شد ہم نقل

﴿۱﴾ تاء تانیث: جیسے ھندۃ ﴿۲﴾ تاء تذکیر: یہ اپنی تمیز کے مذکر ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے اربعة رجال ﴿۳﴾ تاء وحدت: جیسے نفخة واحدة ﴿۴﴾ تاء بدل: جیسے عدة (اصل میں وِعْدٌ تھا واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض آخر میں تاء لائے) ﴿۵﴾ تاء مصدریت: جیسے فاعلية، مصدرية۔ ﴿۶﴾ تاء مبالغہ: جیسے علامة ﴿۷﴾ تاء زائدہ: جیسے تتصرف ﴿۸﴾ تاء نقل: کسی لفظ کو وصفیت سے نقل کر کے اسم میں لے جاتے ہیں تو اس وقت بھی ایک تاء لاتے ہیں جس کو تاء نقل کہا جاتا ہے جیسے ذبیحة، کافية۔

سوال: ۔ علامة کا معنی ہے بہت زیادہ جاننے والا تو اللہ تعالیٰ کو علامہ کیوں نہیں کہتے جبکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں؟

جواب: ۔ علامہ میں اگرچہ تاء مبالغہ ہے مگر پھر بھی تانیث کا وہم ضرور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تانیث سے تو پاک ہیں ہی اسی طرح وہمِ تانیث سے بھی پاک ہیں اس لئے ان کیلئے علامہ کا لفظ نہیں بولا جاتا۔

سوال: ۔ اگر اللہ تعالیٰ کیلئے آپ مؤنث کا صیغہ نہیں بولتے تو پھر مذکر کا صیغہ بھی استعمال نہ کریں، کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ تانیث سے پاک ہیں اسی طرح تذکیر سے بھی تو پاک ہیں۔ پھر آپ مذکر کا صیغہ کیوں استعمال کرتے ہیں؟

جواب: ۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کیلئے مذکر کا صیغہ بھی استعمال نہ کریں تو پھر ہمارے پاس کوئی تیسرا صیغہ نہیں ہے

جو اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال کریں۔ کیونکہ الفاظ مذکر ہیں یا مؤنث اور مذکر مؤنث سے افضل ہے اس لئے ہم افضل کو اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال کرتے ہیں کیونکہ عزت اور تعظیم اسی میں ہے۔

قدوة :اسکا معنی ہے رہنما اور پیشوا۔ **الحکماء**: یہ جمع ہے حکیم کی۔ اصطلاح میں حکیم وہ ہے جو انسانی طاقت اور وسعت کے مطابق تمام احوال خارجیہ اور موجودات کو جانتا ہو۔

الراسخین: جمع ہے راسخ کی بمعنی پختہ، مضبوط۔

نَحْمَدُ اللّٰهَ عَلٰی تَوْفِیْقِهٖ وَنَسْأَلُهٗ هِدَایَةَ طَرِیْقِهٖ وَاِلْهَامَ الْحَقِّ بِتَحْقِیْقِهٖ۔

ترجمہ:۔ ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اس کے توفیق دینے پر اور سوال کرتے ہیں ہم اس سے راستے کی ہدایت کا اور حق کے الہام کرنے کا اس کی تحقیق کے ساتھ۔

تشریح:۔ نحمداللہ سے لے کر اگلی پوری کتاب قال کا مقولہ ہے۔ اس عبارت میں حمد وثناء پر مشتمل خطبہ ہے

حمد: هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيْلِ الْاِخْتِيَارِیْ عَلٰی جِهَةِ التَّعْظِيْمِ نِعْمَةً كَانَ اَوْ غَيْرَهَا (وہ تعریف کرنا ہے زبان کے ساتھ اچھی اختیاری خوبی پر تعظیم کے طریقے سے نعمت کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو)

فائدہ:۔ حمد میں چار چیزیں ہوتی ہیں ﴿۱﴾ حامد: تعریف کرنے والا ﴿۲﴾ محمود: جس کی تعریف کی جائے ﴿۳﴾ محمود علیہ: جس بات پر تعریف کی جائے ﴿۴﴾ محمود بہ: جس کے ساتھ تعریف کی جائے۔

اللہ:۔ اس ذات کا نام ہے جو واجب الوجود ہے (اس کا وجود ضروری ہے، اس پر فنا کبھی نہیں آئی نہ آسکتی ہے) اور ساری صفات کمالیہ کو جمع کرنے والی ہے۔

ھدایة: لغوی معنی راہ نمودن یعنی راستہ دکھانا، اصطلاح میں ہدایت کے دو معنی آتے ہیں ﴿۱﴾ **اراءة الطریق** (راستہ دکھلانا) ﴿۲﴾ **ایصال الی المطلوب** (مطلوب تک پہنچا دینا) ان دونوں معنوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے میں صرف راستہ دکھلا دیا جاتا ہے منزل مقصود تک رسائی ہو یا نہ ہو اور دوسرے میں منزل مقصود تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ پہلا معنی اہل سنت کے ہاں ہے اور دوسرا معنی اہل بدعت اور معتزلہ کے ہاں ہے۔

الھام:۔ اِلْقَاءُ الْخَيْرِ فِیْ قَلْبِ الْغَيْرِ بِطَرِيْقِ الْفَيْضِ (خیر کا ڈالنا غیر کے دل میں فیض کے طریقے پر) بعض حضرات **فی قلب الغیر** کی جگہ **بقلب المؤمن** کہتے ہیں یعنی مؤمن کے دل میں بلاواسطہ کسی اچھی بات کا ڈال دینا۔

اعتراض ﴿۱﴾:۔ مصنفؒ نے اپنی کتاب کو تسمیہ اور حمد باری تعالیٰ سے کیوں شروع کیا ہے؟

جواب:۔ مصنفؒ نے اپنی کتاب کی ابتداء بسم اللہ سے کی تا کہ کتاب اللہ کی اقتداء ہو جائے کیونکہ قرآن پاک کی ابتداء تسمیہ اور تحمید سے ہوا ہے اور حدیث نبوی کی اتباع ہو جائے حدیث یہ ہے **کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ.** (ہر ذی شان کام جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے) اور سلف صالحینؒ کے طریقے کی پیروی ہو جائے کہ حضرات سلف صالحینؒ بھی اپنی کتابوں کو بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔ مصنفؒ نے بسم اللہ کے بعد الحمد للہ سے کتاب کو شروع کیا یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ کتاب اللہ کی اقتداء اور حدیث نبوی کی اتباع ہو جائے اور سلف صالحینؒ کے طریقے کی پیروی ہو جائے چنانچہ الحمد للہ کے بارہ میں بھی حدیث آئی ہے **کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِحَمْدِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ وَاَجْزَمُ** (ہر وہ ذی شان کام جسکی ابتداء اللہ کی حمد سے نہ کی جائے وہ بے برکت ہوتا ہے)

اعتراض ﴿۲﴾:۔ مصنفؒ نے کتاب کی ابتداء **بسم اللہ** اور **نحمد اللہ** سے کی ہے حالانکہ سلف صالحینؒ کا طریقہ ہے کہ وہ ہمیشہ **الحمد للہ** سے شروع کرتے ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب ﴿۱﴾:۔ مقولہ ہے "**کل جدید لذیذ**" (ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے) تو مصنفؒ نے بھی ایک نیا اندازِ حمد اپنایا ہے اور لذت پیدا کی ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ مصنفؒ نے حمد میں جمع کا صیغہ لا کر تمام مؤمنین کو بھی اس میں شریک کر لیا ہے کہ ہم تمام مؤمنین اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔

وَنُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ۔

ترجمہ:۔ اور ہم ہدیہ درود بھیجتے ہیں جناب محمد ﷺ اور ان کی آل واولاد پر۔

تشریح:۔ مصنفؒ نے حمد کے بعد صلوٰۃ کا ذکر کیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں صلوٰۃ کا حکم ہے **یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا** ۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ محسن ومنعم حقیقی ہیں اور حضور ﷺ محسن مجازی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچانے میں واسطہ، وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ تو جب مصنفؒ نے محسن حقیقی کی حمد وثناء کی تو مناسب سمجھا کہ محسن مجازی کا حق ادا کرنے کیلئے صلوٰۃ علی النبی کا بھی ذکر کیا جائے۔ نیز عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حمد کے بعد صلوٰۃ وسلام کو ذکر کیا جائے کیونکہ ایک محاورہ ہے **شُکْرُ الْمُنْعِمِ وَاجِبٌ عَقْلاً** (احسان کرنے والے کا شکر عقلاً واجب ہے) ہمارے محسن حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں اور ان کے بعد دوسرے سب سے بڑے محسن نبی اکرم ﷺ ہیں جنہوں نے ایک فانی بندے کا

اللہ واجب الوجود کے ساتھ تعلق جوڑنے کا راستہ بتایا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے کے بعد محمد ﷺ پر درود بھیجنا عقلی طور پر بھی واجب ہے۔

فائدہ: ۔صلوٰۃ کا لغوی معنی دعاء ہے اور اصطلاحی معنی میں تفصیل ہے کہ صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو مراد رحمت ہوتی ہے، اگر نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو مراد استغفار، اگر نسبت بندوں کی طرف ہو تو مراد دعاء، اگر نسبت پرندوں کی طرف ہو تو مراد تسبیح ہوتی ہے۔

وَعَلٰی اٰلِہٖ الخ: ۔مصنفؒ نے حضور ﷺ کی اولاد پر بھی صلوٰۃ وسلام بھیجی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی جملہ تعلیمات کو حضرات صحابہ کرامؓ نے نقل کیا ہے۔ ہم تک جو دین پہنچا وہ حضرات صحابہؓ اور آلؓ کے واسطہ سے پہنچا تو چونکہ آپ ﷺ کی آل بھی ہماری محسن ہے اسلئے ان پر بھی صلوٰۃ بھیجی ہے

فائدہ: ۔الٌ اصل میں اَھلٌ تھا ہاء کو بغیر کسی قانون کے ہمزے سے تبدیل کر دیا اَءْلٌ ہو گیا پھر ایمانٌ والا قانون لگایا تو اٰلٌ ہو گیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ الٌ کی تصغیر اھیلٌ آتی ہے اور ضابطہ ہے کہ جمع اور تصغیر دونوں اصل سے تیار ہوتی ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ الٌ اصل میں اھلٌ تھا۔

اٰل اور اھل میں فرق: ۔ ﴿۱﴾ ال کی اضافت ذوی العقول میں سے صرف مذکر کی طرف ہوتی ہے لہٰذا اٰل فاطمۃ نہیں کہا جائیگا بخلاف اھل کے۔ ﴿۲﴾ اٰل کی اضافت مذکر میں سے شرافت اور عظمت والوں کی طرف ہوتی ہے خواہ شرافت وعظمت دنیا کے اعتبار سے ہو جیسے ال فرعون یا دین کے اعتبار سے ہو جیسے ال رسول لہٰذا ال حائک (جولاہا)، ال حَجّام (نائی) نہیں کہا جائے گا بخلاف اھل کے۔

آل کا مصداق صرف بنو ھاشم یا بنو ھاشم اور بنو مطلب یا ازواج مطہرات اور امہات اور داماد یا ہر تابعدار متقی پرہیز گار ہے جیسے حدیث پاک ہے الی کل مؤمن تقی (میری آل ہر مومن پرہیز گار ہے)

اَمَّا بَعْدُ: فَھٰذِہٖ رِسَالَۃٌ فِی الْمَنْطِقِ اَوْرَدْنَا فِیْھَا مَا یَجِبُ اِسْتِحْضَارُہٗ لِمَنْ یَّبْتَدِأُ شَیْئًا مِّنَ الْعُلُوْمِ مُسْتَعِیْنًا بِاللّٰہِ اَنَّہٗ مُفِیْضُ الْخَیْرِ وَالْجُوْدِ اِیْسَا غُوْجِیْ۔

ترجمہ: ۔اس (حمد وصلوٰۃ کے) بعد: پس یہ علم منطق میں ایک رسالہ ہے جس میں ہم وہ چیزیں لائے ہیں جنکو یاد رکھنا اس آدمی کیلئے واجب ہے جو علوم میں سے کسی (علم) کو شروع کر رہا ہو (ہم رسالہ میں یہ چیزیں لائے ہیں) اللہ کی مدد چاہتے ہوئے کہ بلاشبہ وہی خیر اور سخاوت کو بہانے (بخشنے) والا ہے، ایسا غوجی۔

تشریح: ۔امّا بعد ترکیب میں فعل محذوف کی ظرف واقع ہوتا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے مھما یکن

من شئ بعد الحمد و الصلوٰۃ۔ اس کے اعراب میں یہ تفصیل ہے کہ یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے، پھر مضاف الیہ مذکور ہوگا یا محذوف، اگر مذکور ہے تو یہ معرب ہوگا اگر محذوف ہے تو پھر محذوف منوی ہوگا یا نسیا منسیا۔ اگر منوی ہے یعنی نیت میں باقی ہے تو مبنی بر ضم ہوگا اگر نسیا منسیا ہے تو پھر معرب ہوگا۔

فائدہ ﴿۱﴾: ۔ مصنفینؒ امّا بعد کے بعد اکثر طور پر تین چیزیں ذکر کرتے ہیں ﴿۱﴾ وجہ تصنیف: کہ میں نے یہ کتاب کیوں لکھی۔ ﴿۲﴾ وجہ تعیین فن: کہ میں نے اس فن میں ہی کیوں کتاب لکھی۔ ﴿۳﴾ کیفیتِ مصنَّف: یعنی میری اس تصنیف میں کیا کیا بیان کیا جائے گا۔

ہمارے مصنفؒ یہاں صرف کیفیت مصنَّف کو ذکر کر رہے ہیں کہ یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے علم منطق میں اور ہر قسم کے مبتدیوں کو اس کے پڑھنے سے فائدہ حاصل ہوگا۔

فائدہ ﴿۲﴾: ۔ ھٰذہ کا مشار الیہ کیا ہے؟ اس سے پہلے ایک تمہید کا جاننا ضروری ہے۔

تمہید: خطبے کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ خطبہ الحاقیہ ﴿۲﴾ خطبہ ابتدائیہ۔

خطبہ الحاقیہ: ۔ بعض اوقات مصنفین حضراتؒ پوری کتاب تحریر کر لیتے ہیں اور پھر بعد میں خطبہ لکھ کر اس کتاب کے شروع میں لگا دیتے ہیں اس کو خطبہ الحاقیہ کہتے ہیں۔

خطبہ ابتدائیہ: ۔ بعض اوقات مصنفین حضراتؒ خطبہ پہلے لکھ لیتے ہیں اور کتاب بعد میں لکھتے ہیں اس کو خطبہ ابتدائیہ کہتے ہیں۔

اس کتاب کے خطبے کے بارے میں دونوں احتمال ہیں کہ یہ خطبہ الحاقیہ بھی ہو سکتا ہے اور ابتدائیہ بھی۔ جب یہ خطبہ الحاقیہ ہوگا تو اس وقت **ھٰذہ** کا مشار الیہ وہ کتاب ہوگی جو دو گتوں کے درمیان میں ہے یعنی **ما بین الجلدتین**۔ اور اگر یہ خطبہ ابتدائیہ ہو تو اس وقت ھٰذہ کا مشار الیہ **ما تقرر فی الذھن** ہوگا یعنی وہ مضامین جو مصنفؒ کے ذہن میں موجود تھے۔

رسالۃ: ۔ کاغذ کے ان چند صفحات کو کہتے ہیں جو مسائل علمیہ پر مشتمل ہوں۔ رسالہ اور کتاب میں فرق یہ ہے کہ رسالہ میں مسائل علمیہ مختصراً ذکر کئے جاتے ہیں اور کتاب میں یہ مسائل تفصیلاً ذکر کئے جاتے ہیں۔

یہ ایساغوجی بھی ایک رسالہ ہے جس میں چند مسائل اجمالاً ذکر کئے گئے ہیں جن کو یاد کرنا ہر قسم کا علم حاصل کرنے والے پر واجب ہے۔

یَجِبُ: ۔ وجوب کی تین قسمیں ہیں۔ ﴿۱﴾ وجوب شرعی ﴿۲﴾ وجوب عرفی ﴿۳﴾ وجوب عقلی۔

وجوب شرعی: ۔ جس کا کرنا شریعت میں لازمی ہو اور نہ کرنے سے گناہ ہو جیسے وتر اور تکبیرات عیدین وغیرہ۔ **وجوب عرفی**: ۔ جس کا کرنا لازمی نہ ہو بلکہ رسم ورواج کی وجہ سے اس کو عرف عام میں کرنا لازم سمجھا جاتا ہو جیسے قل خوانی وغیرہ۔ **وجوب عقلی**: ۔ جس کا کرنا شرعاً تو لازم نہ ہو البتہ عقلی طور پر اس کا کرنا واجب ہو کہ نہ کرنے سے نقصان ہو جیسے علم منطق پڑھنا۔

یہاں اس یجب سے مراد وجوب عرفی بھی ہوسکتا ہے اور وجوب عقلی بھی۔ مگر وجوب شرعی نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر ہم شرعی وجوب مراد لیں تو پھر یہ لازم آئیگا کہ جو شخص علم منطق نہیں پڑھا ہوا وہ گنہگار ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

العلوم: ۔ علوم سے مراد تمام علوم ہیں۔ یہاں سے مصنفؒ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس رسالہ کے قواعد وضوابط تمام علوم کیلئے یکساں مفید ہیں۔

ایساغوجی: ۔ اس لفظ میں تین تحقیقات ہیں ﴿۱﴾ تحقیق ترکیبی ﴿۲﴾ تحقیق معنوی ﴿۳﴾ تحقیق اشتمالی

تحقیق ترکیبی: ۔ یعنی ایساغوجی ترکیب میں کیا واقع ہو رہا ہے؟ اس میں چھ احتمال ہیں۔

﴿۱﴾ یہ باب اور **فصل** کی طرح ساکن پڑھا جائے اور اس پر کوئی اعراب نہ ہو۔

﴿۲﴾ یہ مرفوع پڑھا جائے اور خبر بنے **ھذا** مبتدا محذوف کی۔ اس وقت عبارت یہ ہوگی **ھذا ایساغوجی**۔

﴿۳﴾ اس کو مرفوع پڑھا جائے اور مبتدا بنے خبر محذوف **ھذا** کا۔ عبارت یہ ہوگی **ایساغوجی ھذا**۔

﴿۴﴾ اس کو منصوب پڑھا جائے اور مفعول بہ بنے فعل محذوف کا۔ عبارت یہ ہوگی **اقرأ ایساغوجی**۔

﴿۵﴾ اسکو مجرور پڑھا جائے اور مضاف الیہ بنے **بحث** مضاف محذوف کا پھر یہ خبر بنے مبتدا محذوف **ھذا** کی۔ عبارت اس طرح ہوگی **ھذا بحث ایساغوجی**۔

﴿۶﴾ اسکو مجرور پڑھا جائے پھر یہ **بحث** مضاف محذوف سے ملکر مبتدا بنے خبر محذوف **ھذا** کا۔ اس وقت عبارت یوں ہوگی **بحث ایساغوجی ھذا**۔

ان تمام تراکیب میں سے سب سے اچھی ترکیب دوسری ہے یعنی **ھذا ایساغوجی**۔

تحقیق معنوی: ۔ ایساغوجی کا معنی کیا ہے؟ اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔

﴿۱﴾ اس کا معنی ہے **مَدخَل** یعنی داخل ہونے کی جگہ چونکہ یہ کتاب بھی علم منطق میں داخل ہونے کی جگہ ہے اس لئے اس کو ایساغوجی کہا گیا۔ ﴿۲﴾ بعض حضرات کے نزدیک یہ ایک بہت بڑے فلسفی حکیم کا نام تھا اسی کے نام پر اس کتاب کا نام ایساغوجی رکھا گیا۔ ﴿۳﴾ بعض حضرات کے نزدیک یہ ایک شاگرد کا نام تھا

جب استاذ اس کو بلاتا تو کہتا **یا ایسا غوجی الحال کذا** تو اس کے نام پر اس کتاب کا نام رکھ دیا گیا۔

﴿۴﴾ بعض حضرات کے نزدیک یہ کلیات خمسہ کا نام ہے۔ جب یہ کتاب لکھی گئی تو چونکہ اس میں بھی کلیات خمسہ کا بیان تھا اس لئے اس کا نام بھی ایساغوجی رکھ دیا گیا۔ بعض حضرات نے اس بارے میں ایک شعر بھی نقل کیا ہے ؎

جنس وفصل ونوع وخاص وعرض عام　　جملہ را ایسا غوجی کردند نام

﴿۵﴾ بعض حضرات کے نزدیک ایساغوجی اس حکیم کا نام ہے جس نے کلیات خمسہ کو وضع کیا تھا جب وہ کلیات اِس کتاب میں لکھی گئیں تو اُس حکیم کے نام پر اِس کتاب کا نام بھی ایساغوجی رکھ دیا گیا۔

﴿۶﴾ بعض حضرات کے نزدیک ایساغوجی تین الفاظ کا مجموعہ ہے (۱) ایس (۲) آغو (۳) جی۔ ایس کا معنی انت، آغو کا معنی انا اور جی کا معنی ثَمَّ (وہاں) یعنی ''تو میں وہاں'' جب طالب علم یہ کتاب پڑھتے تھے تو یوں کہتے ایساغوجی یعنی تو اور میں وہاں بیٹھ کر تکرار کرتے ہیں اس لئے کتاب کا نام ایساغوجی رکھ دیا گیا۔

﴿۷﴾ یہ قول سب سے قوی اور راجح ہے کہ یہ یونانی زبان کا لفظ ہے اور یہ ایک پھول کا نام ہے جس میں پانچ پتیاں ہوتی ہیں جب کلیات خمسہ ایجاد ہوئیں تو ان کو بھی ایساغوجی کہا جانے لگا پھر جب یہ کتاب لکھی گئی جو ان کلیات خمسہ پر مشتمل تھی تو اس کا نام بھی ایساغوجی رکھ دیا گیا۔

تحقیق اشتمالی:۔ یعنی یہ کتاب کن کن چیزوں پر مشتمل ہے؟ **اللفظ الدّال** سے لے کر **ثم اللفظ اما مفرد** تک دلالت کی بحث ہے۔ **ثم اللفظ اما مفرد** سے لے کر **والکلی اما ذاتی** تک مفرد، مرکب کی بحث ہے۔ **والکلی اما ذاتی** سے لے کر **القول الشارح** تک کلیات کی بحث ہے۔ **القول الشارح** سے لے کر **القضایا** تک قول شارح کی بحث ہے۔ پھر **القضایا** سے آخر تک تصدیق، تناقض، عکس مستوی اور قیاس کا بیان ہے۔

اعتراض ﴿۱﴾:۔ ابھی آپ نے جو تحقیق معنوی میں راجح قول بیان کیا ہے اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کتاب میں کلیات خمسہ ہی کا بیان ہوتا مگر آپ نے سب سے پہلے دلالت کی بحث کی ہے پھر مفرد، مرکب کی پھر تیسرے نمبر پر کلیات خمسہ کی بحث کرر ہے ہیں۔ یہ کیوں؟

اعتراض ﴿۲﴾:۔ منطقی حضرات تو معانی سے بحث کرتے ہیں نہ کہ الفاظ سے۔ مگر آپ دلالت کی بحث سے کتاب شروع کرر ہے ہیں اور دلالت تو معانی کے قبیل سے نہیں بلکہ الفاظ کے قبیل سے ہے۔ پھر

دلالت کی بحث کو مقدم کیوں کیا؟

جواب: ۔ ان دونوں کا جواب ایک ہی ہے کہ اصل مقصد قول شارح کو بیان کرنا ہے اور معانی سے بحث کرنا ہے۔ مگر چونکہ قول شارح کا سمجھنا موقوف ہے کلیات خمسہ پر اور کلیات خمسہ کا سمجھنا موقوف ہے مفرد و مرکب کے سمجھنے پر اور مفرد و مرکب کا سمجھنا موقوف ہے دلالت کے سمجھنے پر۔ اس لئے ہم نے پہلے دلالت، مفرد و مرکب کو ذکر کیا اور بعد میں ہم کلیات کو ذکر کر رہے ہیں۔ بعنوان دیگر منطقی بحث تو معانی سے کرتے ہیں مگر معانی کا سمجھنا اور سمجھانا موقوف ہے الفاظ کے سمجھنے پر۔ اس لئے ہم پہلے دلالت کو ذکر کر رہے ہیں جو اگرچہ الفاظ ہیں مگر معانی کا سمجھنا ان پر موقوف ہے۔

اعتراض: ۔ منطقی حضرات کا اصل مقصد تو قول شارح (تصور) اور حجت (تصدیق) ہے ان دو میں سے آپ نے تصور کی بحث کو مقدم کیا اور تصدیق کی بحث کو مؤخر کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ۔ تصدیقات چونکہ تصورات سے مل کر بنتی ہیں اس لئے ان کا سمجھنا تصور کے سمجھنے پر موقوف ہے لہٰذا تصور کی بحث پہلے اور تصدیق کی بحث بعد میں ہے۔

اَللَّفْظُ الدَّالُّ بِالْوَضْعِ عَلٰى تَمَامِ مَا وُضِعَ لَهٗ بِالْمُطَابَقَةِ وَعَلٰى جُزْئِهٖ بِالتَّضَمُّنِ اِنْ كَانَ لَهٗ جُزْءٌ وَعَلٰى مَا يُلَازِمُهٗ فِي الذِّهْنِ بِالْاِلْتِزَامِ كَالْاِنْسَانِ فَاِنَّهٗ يَدُلُّ عَلَى الْحَيْوَانِ النَّاطِقِ بِالْمُطَابَقَةِ وَعَلٰى اَحَدِهِمَا بِالتَّضَمُّنِ وَقَابِلِ الْعِلْمِ وَصَنْعَةِ الْكِتَابَةِ بِالْاِلْتِزَامِ۔

ترجمہ: ۔ وہ لفظ جو وضع کے ساتھ دلالت کرے اس پورے معنی پر جس کیلئے وہ لفظ وضع کیا گیا ہے تو اس (دلالت) کا نام دلالت مطابقی رکھا جاتا ہے۔ اور (جو دلالت کرے) اس معنی موضوع لہ کے جزء پر اس کا نام تضمن رکھا جاتا ہے اگر اس کیلئے کوئی جزء ہو۔ اور (جو دلالت کرے) اس معنی پر جو معنی موضوع لہ کو ذہن میں لازم ہے اس کا نام التزامی رکھا جاتا ہے جیسے انسان کیونکہ بلاشبہ وہ دلالت کر رہا ہے حیوان ناطق پر دلالت مطابقی اور حیوان و ناطق میں سے کسی ایک پر تضمنی اور قابلیت علم اور فن کتابت پر دلالت التزامی۔

تشریح: ۔ اس عبارت میں مصنفؒ دلالت اور اس کی اقسام کو ذکر کر رہے ہیں۔

اللفظ: ۔ لفظ کا لغوی معنی ہے پھینکنا جیسے اکلت التمرة ولفظت النواة (میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی پھینک دی) اصطلاحی معنی ما یتلفظ به الانسان موضوعا او مهملا (جس کا انسان تلفظ کرے خواہ وہ بامعنی ہو یا بے معنی) اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا انسان تلفظ نہ کرے وہ لفظ نہیں ہے۔

الـــدال :۔ یہ دلالت سے مشتق ہے اس کا لغوی معنی ہے راہ نمودن یعنی راستہ دکھلانا۔ اور اصطلاح میں دلالت کا معنی ہے **کون الشئ بحیث یلزم من العلم به العلم بشئ آخر** (کسی چیز کا اس طور پر ہونا کہ اس کے جاننے سے دوسری چیز کا علم آجائے)

اقسام دلالت :۔ دلالت کی اولا دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ لفظیہ ﴿۲﴾ غیر لفظیہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی تین تین قسمیں ہیں۔ ﴿۱﴾ وضعیہ ﴿۲﴾ طبعیہ ﴿۳﴾ عقلیہ۔

گویا کہ دلالت کی کل چھ قسمیں ہوگئیں ﴿۱﴾ دلالت لفظیہ وضعیہ ﴿۲﴾ دلالت لفظیہ طبعیہ ﴿۳﴾ دلالت لفظیہ عقلیہ۔ ﴿۴﴾ دلالت غیر لفظیہ وضعیہ ﴿۵﴾ دلالت غیر لفظیہ طبعیہ ﴿۶﴾ دلالت غیر لفظیہ عقلیہ۔ ان سب کی تفصیل بمع امثلہ تیسیر المنطق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

منطقی حضرات ان دلالات ستہ میں سے فقط دلالت لفظیہ وضعیہ سے بحث کرتے ہیں باقی پانچ قسموں سے بحث نہیں کرتے اس لئے ہمارے مصنفؒ نے بھی اسی کی اقسام کو بیان کیا ہے۔

سوال :۔ منطقی حضرات فقط دلالت لفظیہ وضعیہ سے کیوں بحث کرتے ہیں باقی سے بحث کیوں نہیں کرتے؟

جواب :۔ منطقیوں کا مقصد استفادہ اور افادہ ہوتا ہے یعنی فائدہ حاصل کرنا اور فائدہ پہنچانا اور دلالت لفظیہ وضعیہ کے ذریعے ہی بہتر طور پر فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے اور حاصل کیا جا سکتا ہے اس لئے منطقی صرف اسی سے بحث کرتے ہیں۔

سوال :۔ باقی قسموں سے افادہ اور استفادہ کیوں نہیں ہو سکتا؟

جواب :۔ دلالت غیر لفظیہ سے استفادہ اور افادہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو الفاظ ہی نہیں اور جو الفاظ نہ ہوں ان سے فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اور دلالت لفظیہ کی باقی دو قسموں طبعیہ اور عقلیہ سے فائدہ اس لئے بہتر طور پر حاصل نہیں ہو سکتا کہ عقل اور طبعیت میں تفاوت اور فرق ہوتا ہے۔

سوال :۔ جب منطقی صرف دلالت لفظیہ وضعیہ سے بحث کرتے ہیں تو پھر باقی قسموں کو ذکر کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب ﴿۱﴾ :۔ یہ محض طلباء کے فائدے کیلئے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ طلباء کے علم میں اضافہ ہو جائے۔

جواب ﴿۲﴾ :۔ باقی پانچ دلالتیں دلالت لفظیہ وضعیہ کو اچھی طرح سمجھانے کیلئے ذکر کی جاتی ہیں کیونکہ ضابطہ ہے کہ **تعرف الاشیاء باضدادھا** (اشیاء اپنے اضداد سے پہچانی جاتی ہیں)

سوال :۔ اگر ان کو دلالت لفظیہ وضعیہ کے سمجھنے کیلئے ذکر کرتے ہیں تو پھر ہمارے مصنفؒ نے ان کو کیوں

نہیں ذکر کیا؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب مصنفؒ اپنی کتاب کے شروع میں دے چکا ہے کہ یہ رسالہ ہے اور رسالہ میں مسائل اجمالاً ذکر کیے جاتے ہیں نہ کہ تفصیلاً اس لئے ان پانچ کو ذکر نہیں کیا۔

دلالت لفظیہ وضعیہ:۔ دلالت لفظیہ وضعیہ کی تین قسمیں ہیں جن کی وجہ حصر یہ ہے کہ لفظ اپنے پورے معنی موضوع لہ پر دلالت کرے گا یا موضوع لہ کے جزء پر، اگر پورے موضوع لہ پر دلالت ہو تو اسے دلالت مطابقی کہتے ہیں جیسے انسان کی دلالت حیوان ناطق پر۔ اور اگر موضوع لہ کے جزء پر دلالت ہو تو اسے دلالت تضمنی کہتے ہیں جیسے انسان کی دلالت حیوان پر یا ناطق پر جو موضوع لہ (حیوان ناطق) کا جزء ہے۔

اور اگر لفظ نہ پورے موضوع لہ پر دلالت کرے نہ موضوع لہ کے جزء پر دلالت کرے بلکہ موضوع لہ کے کسی لازم پر دلالت کرے تو اسے دلالت التزامی کہتے ہیں جیسے انسان کی دلالت قابلیت علم پر، کیونکہ قابلیت علم انسان کو لازم تو ہے لیکن نہ پورا موضوع لہ ہے اور نہ موضوع لہ کا جزء ہے۔

سوال:۔ آپ نے کہا قابلیت علم انسان کو لازم ہے حالانکہ بعض انسان ایسے بھی ہیں، جن میں قابلیت علم نہیں ہوتی جیسے جاہل دیہاتی وغیرہ؟۔

جواب:۔ اگرچہ جاہل اور دیہاتی وغیرہ میں فی الحال علم موجود نہیں ہے لیکن بالقوہ موجود ہے یعنی ان میں بھی علم حاصل کرنے کی قابلیت اور استعداد موجود ہے۔

اِنْ كَانَ لَهُ جُزْءٌ:۔ ہم نے کہا تھا کہ دلالت تضمنی وہ ہے کہ لفظ معنی موضوع لہ کے کسی جزء پر دلالت کرے اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر کسی موضوع لہ کا جزء ہوگا تو دلالت تضمنی ہوگی اور اگر کوئی لفظ ایسا ہے کہ اس کے معنی موضوع لہ کا جزء ہی نہیں ہے تو وہاں دلالت تضمنی نہیں ہوگی جیسے لفظ اللہ کا معنی بسیط ہے اس کا کوئی جزء نہیں لھذا یہاں دلالت مطابقی تو ہے لیکن معنی موضوع لہ کے جزء نہ ہونے کی وجہ سے دلالت تضمنی نہیں ہوسکتی۔

وَعَلٰى مَا يُلَازِمُهٗ فِى الذِّهْنِ:۔ اس کو سمجھنے سے پہلے دو تمہیدوں کا جاننا ضروری ہے۔

تمہید ﴿۱﴾:۔ منطقیوں کے ہاں جہان کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ جہان خارجی یعنی جو خارجی اشیاء ہیں ﴿۲﴾ جہان ذہنی یعنی جو ذہن میں ہیں۔

تمہید ﴿۲﴾:۔ جب ایک چیز دوسری چیز کو چمٹی ہوئی ہوتی ہے تو جو چیز چمٹی ہوئی ہو اسے لازم اور جس کو

چمٹی ہوئی ہو اسے ملزوم کہتے ہیں اور جو تعلق ان دو کے درمیان میں ہوتا ہے اس کو لزوم کہتے ہیں۔ اس لزوم کی پھر تین قسمیں ہیں ﴿۱﴾ لزوم ماہیت ﴿۲﴾ لزوم ذہنی ﴿۳﴾ لزوم خارجی۔

لزوم ماہیت:۔ وہ ہے کہ شی خارج اور ذہن دونوں میں ملزوم کو چمٹی ہوئی ہو جیسے جفت ہونا خارج میں بھی چار کو چمٹا ہوا ہے اور ذہن میں بھی۔

لزوم ذہنی:۔ وہ ہے کہ لازم خارج میں ملزوم کو چمٹا ہوا نہ ہو البتہ ذہن میں چمٹا ہوا ہو جیسے قابلیت علم انسان کو صرف ذہن میں چمٹی ہوئی ہے نہ کہ خارج میں۔

لزوم خارجی:۔ وہ ہے کہ لازم ملزوم کو صرف خارج میں چمٹا ہوا ہو ذہن میں چمٹا ہوا نہ ہو جیسے آگ کو جلانا خارج میں تو چمٹا ہوا ہے ذہن میں چمٹا ہوا نہیں ہے کیونکہ اگر ذہن میں بھی چمٹا ہوا ہو تو ذہن کو آگ کے تصور کے وقت جل جانا چاہیے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

علی ما یلازمه فی الذهن سے مصنفؒ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہے کہ دلالت التزامی میں لزوم سے مراد لزوم ذہنی ہے، لزوم ماہیت اور لزوم خارجی مراد نہیں ہے۔

دلالات ثلٰثہ کی وجوہات تسمیہ: مطابقہ:۔ یہ باب طابق یطابق مطابقة سے مصدر ہے اس کا معنی ہے موافق ہونا یا برابر ہونا جیسے جب ایک جوتا دوسرے کے برابر ہو جائے تو کہتے ہیں طابق النعل بالنعل (جوتا جوتے کے برابر ہو گیا) اس میں بھی لفظ بول کر پورا موضوع لہ مراد ہوتا ہے گویا کہ لفظ اور موضوع لہ ایک دوسرے کے موافق ہوتے ہیں اس لئے اس کو دلالت مطابقہ کہتے ہیں۔

دلالت تضمن:۔ یہ مشتق ہے ضمن سے اور اس کا معنی ہے کسی چیز کو بغل میں لے لینا۔ یہ دلالت بھی موضوع لہ کے اجزاء کو اپنے اندر لئے ہوئے ہوتی ہے اس لئے اس کو دلالت تضمنی کہتے ہیں۔

دلالت التزام:۔ یہ لزوم سے مشتق ہے یہاں بھی موضوع لہ کے لازم پر دلالت ہوتی ہے اس لئے اس کو دلالت التزامی کہتے ہیں۔

ثُمَّ اللَّفْظُ اِمَّا مُفْرَدٌ وَهُوَ الَّذِیْ لَا یُرَادُ بِالْجُزْءِ مِنْهُ دَلَالَةٌ عَلٰی جُزْءِ مَعْنَاهُ كَالْاِنْسَانِ وَاِمَّا مُؤَلَّفٌ وَهُوَ الَّذِیْ لَا یَكُوْنُ كَذٰلِكَ كَقَوْلِكَ رَامِی الْحِجَارَةِ۔

ترجمہ:۔ پھر لفظ یا تو مفرد ہوگا اور وہ ایسا لفظ ہے کہ اس کی جزء سے اس کے معنی کی جزء پر دلالت کا ارادہ نہ کیا جائے جیسے انسان، اور یا (وہ لفظ) مرکب ہوگا اور وہ ایسا لفظ ہے کہ جو اس (مفرد) کی طرح نہ ہو جیسے

تیرا قول رامی الحجارہ (پتھر پھینکنے والا)

تشریح:۔ دلالت کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد مفرد و مرکب کی بحث شروع کر رہے ہیں۔

لفظ کی دو قسمیں ہیں موضوع اور مہمل۔ پھر لفظ موضوع کی دو قسمیں ہیں مفرد اور مرکب۔

مفرد:۔ وہ ہے کہ لفظ کے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کا ارادہ نہ کیا جائے۔

مفرد کی گویا چار قسمیں ہوگئیں۔ ﴿۱﴾ لفظ کا جزء ہی نہ ہو جیسے حروف تہجی ب، ت، ک وغیرہ۔

﴿۲﴾ لفظ کا جزء ہو مگر معنی کا جزء نہ ہو جیسے لفظ اللہ۔ ﴿۳﴾ لفظ کا جزء ہو معنی کا جزء بھی ہو مگر لفظ کے اجزاء معنی کے اجزاء پر دلالت نہ کریں جیسے عبداللہ جب کسی آدمی کا نام رکھا جائے۔ کیونکہ اس وقت عبد عبدیت اور لفظ اللہ ذات باری تعالیٰ پر دلالت نہیں کرتا بلکہ مجموعہ سے ایک شخص انسانی مراد ہوتا ہے۔

﴿۴﴾ لفظ کا جزء بھی ہو معنی کا جزء بھی ہو لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت بھی کرے مگر ہمارا دلالت کرنے کا ارادہ نہ ہو جیسے کسی آدمی کا نام حیوان ناطق رکھ دیا جائے۔ اس کے اجزاء اپنے معنی کے اجزاء پر دلالت تو کرتے ہیں مگر نام ہونے کی صورت میں ہمارا دلالت کا ارادہ نہیں ہے۔

مرکب:۔ مرکب وہ ہے کہ لفظ کے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کا ارادہ کیا جائے جیسے رامی الحجارۃ (پتھر پھینکنے والا) اس میں رامی پھینکنے والے اور حجارہ پتھر پر دلالت کر رہا ہے اور اس دلالت کا ارادہ بھی ہے

اعتراض:۔ مصنفؒ نے مفرد کی بحث کو مقدم اور مرکب کی بحث کو مؤخر کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب ﴿۱﴾:۔ مفرد بمنزلِ جزء کے ہے اور مرکب بمنزلِ کل کے ہے اور قاعدہ ہے کہ جزء کل پر مقدم ہوتا ہے جیسے مکان کے اجزاء اینٹیں، شہتیر اور کڑیاں ہیں جب یہ اجزاء موجود ہونگے تو مکان تیار ہوگا۔ یعنی جزء پہلے موجود ہوگا تو کل تیار ہوگا ورنہ نہیں۔

جواب ﴿۲﴾:۔ مفرد کی تعریف عدمی ہے اور مرکب کی تعریف وجودی ہے اور عدم یعنی کسی چیز کا نہ ہونا پہلے ہوتا ہے اور وجود یعنی کسی چیز کا ہونا بعد میں ہوتا ہے اس لئے مصنفؒ نے عدمی تعریف والے (مفرد) کو مقدم کیا اور وجودی تعریف والے (مرکب) کو مؤخر کیا۔

فَالْمُفْرَدُ اِمَّا كُلِّيٌّ وَهُوَ الَّذِيْ لَا يَمْنَعُ نَفْسُ تَصَوُّرِ مَفْهُوْمِهٖ عَنْ وُقُوْعِ الشِّرْكَةِ فِيْهِ كَالْاِنْسَانِ وَاِمَّا جُزْئِيٌّ وَهُوَ الَّذِيْ يَمْنَعُ نَفْسُ تَصَوُّرِ مَفْهُوْمِهٖ عَنْ وُقُوْعِ الشِّرْكَةِ فِيْهِ كَزَيْدٍ۔

ترجمہ:۔ پس مفرد یا تو کلی ہوگا اور وہ (کلی) وہ لفظ ہے جس کے مفہوم کا محض تصور اس میں شرکت کے واقع

ہونے سے مانع نہ ہو جیسے انسان اور یا (وہ مفرد) جزئی ہوگا اور وہ (جزئی) وہ لفظ ہے جس کے مفہوم کا محض تصور اس میں شرکت کے واقع ہونے سے مانع ہو جیسے زید۔

تشریح:۔ مفرد کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ کلی ﴿۲﴾ جزئی۔

کلی:۔ جس کے مفہوم کا محض تصور کرنا اس میں شرکت واقع ہونے سے نہ روکے۔ یعنی جب ہم کلی کے مفہوم کا تصور کریں تو اس میں کئی چیزوں کی شرکت ہو سکے جیسے انسان اسکے مفہوم (حیوان ناطق) کا جب ہم تصور کرتے ہیں تو یہ تصور اس میں شرکت کے واقع ہونے اور کئی چیزوں پر اسکے سچا آنے سے نہیں روکتا۔

جزئی:۔ جس کے مفہوم کا محض تصور کرنا اس میں شرکت واقع ہونے سے روکے یعنی جب ہم جزئی کے مفہوم کا تصور کریں تو اس میں کئی چیزوں کی شرکت نہ ہو سکے جیسے زید۔ اسکے مفہوم (حیوان ناطق مع ھذا التشخص) کا جب ہم تصور کرتے ہیں تو اس میں شرکت نہیں ہو سکتی۔

فائدہ:۔ کلی جزئی کی تعریف میں نفس تصورہ (محض تصور کرنا) کی قید اس لئے لگائی ہے کہ کسی شئ کے کلی اور جزئی ہونے کیلئے اس کے محض تصور کو دیکھا جائیگا کہ اس میں شرکت ہو سکتی ہے یا نہیں اگر شرکت ہو سکتی ہے تو کلی ہے ورنہ جزئی۔ باقی خارج کے اندر واقعۃً شرکت ہونا اور ایک سے زیادہ افراد کا ہونا کلی کیلئے ضروری نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک کلی کا کوئی فرد بھی خارج میں نہ ہو جیسے شریک باری تعالی یہ اگرچہ ایک کلی ہے کیونکہ اس کے مفہوم کا محض تصور کرنا اس میں شرکت کے واقع ہونے سے نہیں روکتا لیکن خارج میں اس کا ایک فرد بھی نہیں ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک کلی کا خارج میں صرف ایک ہی فرد ہو جیسے واجب تعالیٰ اگرچہ یہ ایک کلی ہے کیونکہ اس کے مفہوم کا محض تصور کرنا شرکت کے واقع ہونے سے نہیں روکتا لیکن خارج میں اس کا صرف ایک ہی فرد اللہ تبارک وتعالیٰ ہے کوئی اور نہیں۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ بڑی کتابوں میں آئے گی۔

وجہ تسمیہ کلی و جزئی:۔ کلی کے آخر میں یاء نسبت کی ہے اس کا معنی ہے کل والی یعنی خود کل نہیں ہے بلکہ کل کا جزء ہے اسی طرح جزئی کے آخر میں بھی یاء نسبت کی ہے اس کا معنی ہوگا جزء والی یعنی خود جزء نہیں ہے بلکہ اس کے جزء ہیں اور یہ کل ہے، جیسے زید ایک جزئی ہے اور اس کے اجزاء حیوان اور ناطق ہیں حیوان ایک علیحدہ کلی ہے اور ناطق علیحدہ کلی ہے۔ گویا کہ زید جزء والا ہے خود جزء نہیں ہے اسی طرح حیوان اور ناطق کلیاں (کل والی) ہو کر زید جزئی کا جزء بن رہی ہیں۔

اعتراض:۔ منطقی جزئی کے ساتھ بحث نہیں کرتے بلکہ کلی کے ساتھ بحث کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب ﴿۱﴾:۔ منطقیوں کا اصل مقصود قول شارح یعنی تعریف ہے اور تعریف کلی سے ہوتی ہے جزئی سے نہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جزئی نہ کاسب ہوتی ہے یعنی اس سے کسی شی کو حاصل نہیں کیا جا سکتا اور نہ مکتسب ہوتی ہے یعنی اس کو بھی کسی سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

جواب ﴿۲﴾:۔ جزئی کی حالت میں تغیر اور تبدل ہوتا رہتا ہے یہ کبھی بھی ایک حالت پر نہیں رہتی جیسے زید یہ پہلے بچہ تھا پھر بالغ ہوا پھر جوان ہوا پھر شیخ بن گیا اس کے بعد شیخ فانی بنا پھر مر گیا اور کلی کی حالت ایک ہی ہوتی ہے اس میں تغیر نہیں ہوتا اس لئے اُس کے ساتھ بحث کی جاتی ہے جیسے انسان ایک کلی ہے اس کی حقیقت حیوان ناطق ہے اور ہمیشہ یہی رہتی ہے۔

وَالْكُلِّيُّ اِمَّا ذَاتِيٌّ وَهُوَ الَّذِيْ يَدْخُلُ تَحْتَ حَقِيْقَةِ جُزْئِيَّاتِهٖ كَالْحَيْوَانِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاِنْسَانِ وَالْفَرَسِ وَاِمَّا عَرَضِيٌّ وَهُوَ الَّذِيْ بِخِلَافِهٖ كَالضَّاحِكِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاِنْسَانِ وَالذَّاتِيُّ اِمَّا مَقُوْلٌ فِيْ جَوَابِ مَا هُوَ بِحَسْبِ الشِّرْكَةِ الْمَحْضَةِ كَالْحَيْوَانِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاِنْسَانِ وَالْفَرَسِ وَهُوَ الْجِنْسُ وَيُرْسَمُ بِاَنَّهٗ كُلِّيٌّ مَقُوْلٌ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ مُخْتَلِفِيْنَ بِالْحَقَائِقِ فِيْ جَوَابِ مَاهُوَ وَاِمَّا مَقُوْلٌ فِيْ جَوَابِ مَا هُوَ بِحَسْبِ الشِّرْكَةِ وَالْخُصُوْصِيَّةِ مَعًا كَالْاِنْسَانِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى زَيْدٍ وَعَمْرٍو وَغَيْرِهِمَا وَهُوَ النَّوْعُ وَيُرْسَمُ بِاَنَّهٗ كُلِّيٌّ مَقُوْلٌ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ مُخْتَلِفِيْنَ بِالْعَدَدِ دُوْنَ الْحَقِيْقَةِ فِيْ جَوَابِ مَا هُوَ وَاِمَّا غَيْرُ مَقُوْلٍ فِيْ جَوَابِ مَا هُوَ بَلْ مَقُوْلٌ فِيْ جَوَابِ اَيُّ شَيْءٍ هُوَ فِيْ ذَاتِهٖ وَهُوَ الَّذِيْ يُمَيِّزُ الشَّيْءَ عَمَّا يُشَارِكُهٗ فِي الْجِنْسِ كَالنَّاطِقِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاِنْسَانِ وَهُوَ الْفَصْلُ وَيُرْسَمُ بِاَنَّهٗ كُلِّيٌّ يُقَالُ عَلَى الشَّيْءِ فِيْ جَوَابِ اَيُّ شَيْءٍ هُوَ فِيْ ذَاتِهٖ۔

ترجمہ:۔ اور کلی یا تو ذاتی ہوگی اور وہ (کلی ذاتی) وہ کلی ہے جو اپنی جزئیات کی حقیقت کے تحت داخل ہو جیسے حیوان انسان اور گھوڑے کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ اور یا (وہ کلی) عرضی ہوگی اور وہ (کلی عرضی) وہ کلی ہے جو اس (ذاتی) کے برخلاف ہو جیسے ضاحک انسان کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ۔ اور کلی ذاتی یا تو ماھو کے جواب میں بولی جائے گی باعتبار شرکت محضہ کے جیسے حیوان انسان اور فرس کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ اور وہ جنس ہے۔ اور اس کی تعریف کی جاتی ہے بایں طور کہ وہ (جنس) وہ کلی ہے جو ماھو

کے جواب میں ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں۔ اور یا وہ (کلی ذاتی) ماھو کے جواب میں باعتبار شرکت اور خصوصیت دونوں کے اکٹھے بولی جائے گی جیسے انسان: زید، عمرو وغیرہ کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ اور وہ نوع ہے۔ اور اس کی تعریف کی جاتی ہے بایں طور کہ وہ (نوع) وہ کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جو عدد کے اعتبار سے مختلف ہوں نہ کہ حقیقت کے اعتبار سے۔ اور یا وہ (کلی ذاتی) ماھو کے جواب میں نہیں بولی جائے گی بلکہ **ای شیٔ ھو فی ذاتہ** کے جواب میں بولی جائیگی اور وہ ایسی کلی ہے جو شئی کو ان افراد سے جدا کرے جو اس کے ساتھ جنس ہونے میں شریک ہوں جیسے ناطق انسان کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ اور وہ فصل ہے۔ اور اس کی تعریف کی جاتی ہے بایں طور کہ وہ (فصل) ایسی کلی ہے جو کسی شئ پر **ای شیٔ ھو فی ذاتہ** کے جواب میں بولی جائے۔

تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ کلی کی اقسام بیان کر رہے ہیں۔

کلی کی قسمیں جاننے سے قبل ایک فائدہ جاننا ضروری ہے کہ حقیقت و ماہیت یا ذات کس کو کہتے ہیں؟

حقیقت و ماہیت: جن اشیاء سے مل کر کوئی چیز بنتی ہے ان اشیاء کو اس چیز کی حقیقت و ماہیت کہا جاتا ہے جیسے انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے اور فرس کی حقیقت حیوان صاہل ہے اب ان میں سے اگر کسی شئی کو نکال دیا جائے تو یہ چیزیں نہیں رہیں گی۔ اور جو اشیاء حقیقت کے علاوہ ہوتی ہیں ان کو عوارضات کہتے ہیں جیسے ضاحک ہونا یہ انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے یہ انسان کی حقیقت نہیں ہے۔

اقسام کلی:۔ کلی کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ کلی ذاتی ﴿۲﴾ کلی عرضی۔

وجہ حصر:۔ کلی یا تو اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہوگی یا خارج ہوگی اگر کلی اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہے تو وہ کلی ذاتی ہے جیسے حیوان یہ انسان اور بقر (گائے) وغیرہ کیلئے کلی ذاتی ہے۔ اور اگر کلی اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہے تو وہ کلی عرضی ہے جیسے ضاحک یہ انسان کیلئے کلی عرضی ہے کیونکہ یہ انسان کی حقیقت میں داخل نہیں بلکہ اس کو عارض ہے یعنی چمٹی ہوئی ہے۔

فائدہ:۔ آگے کلیات کی بحث میں جو مثالیں دی جائیں گی ان کلیات کی مناطقہ کے ہاں جو حقیقت ہے اس کو یاد کرنا ضروری ہے اس لئے چند اشیاء کی حقیقتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ ﴿۱﴾ حیوان: **ھو جسم نامی حساس متحرک بالارادۃ** (وہ بڑھنے والا جسم جو حساس اور اپنے ارادے کے ساتھ حرکت کرنے والا ہو) ﴿۲﴾ انسان: **حیوان ناطق** (بولنے والا حیوان) ﴿۳﴾ فرس: **حیوان صاھل** (ہنہنانے والا حیوان

)﴿۴﴾حمار: حیوان ناهق (ہینگنے والا حیوان)﴿۵﴾غنم: حیوان ذو رغاء (منمنانے والا حیوان)۔

اعتراض: ۔آپ نے کلی ذاتی کی تعریف کی ہے کہ وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہو اس سے کلی ذاتی کی ایک قسم نوع نکل جاتی ہے کیونکہ وہ تو اپنے افراد کی مکمل حقیقت ہوتی ہے حقیقت میں داخل نہیں ہوتی، کیونکہ نوع مثلاً انسان اپنے افراد زید، عمرو، بکر کی مکمل حقیقت ہے حقیقت میں داخل یعنی جزء نہیں۔

جواب: ۔اگر یدخل کا ظاہری معنی لیا جائے تو آپ کا اعتراض ٹھیک ہے مگر ہم یہاں پر یدخل کا ظاہری معنی مراد نہیں لیتے بلکہ ہم اس کی ضد والا معنی مراد لیتے ہیں کہ داخل سے مراد ہے جو خارج نہ ہو یعنی لا یکون خارجا اب اس تعریف میں نوع بھی شامل ہو جائیگی کیونکہ نوع اپنے افراد کی حقیقت سے خارج نہیں ہوتی۔

کلی ذاتی کی اقسام: ۔کلی ذاتی کی پھر تین قسمیں ہیں۔﴿۱﴾جنس ﴿۲﴾نوع ﴿۳﴾فصل۔

وجہ حصر﴿۱﴾: ۔کلی ذاتی اپنے افراد وجزئیات کی مکمل حقیقت ہوگی یا حقیقت کا جزء ہوگی، اگر کلی ذاتی اپنے افراد وجزئیات کی مکمل حقیقت ہے تو اسے نوع کہتے ہیں اور اگر اپنے افراد وجزئیات کی حقیقت کا جزء ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں جزء مشترک ہوگی یا جزء ممیز (جدا کرنے والا جزء) ہوگی اگر جزء مشترک ہے تو اسے جنس کہتے ہیں اور اگر جزء ممیز ہے تو اسے فصل کہتے ہیں۔

جنس نوع اور فصل کی ایک وجہ حصر یہی ہے اور دوسری وجہ حصر مصنفؒ اپنی کتاب میں بیان فرما رہے ہیں لیکن اس سے پہلے ایک فائدہ جاننا چاہیے۔

فائدہ: ۔منطقی حضرات نے کسی تصور کے بارے میں سوال کرنا ہو تو اس کیلئے انہوں نے دو الفاظ مقرر کئے ہوئے ہیں ایک ''ما هو'' اور دوسرا ''ای شیٔ هو فی ذاته'' اور اگر تصدیق کے بارے میں سوال کریں تو اس کے لئے بھی دو الفاظ مختص ہیں ایک ''هل'' اور دوسرا ''لِمَ''۔ ما هو کی بحث ہم تیسیر المنطق کے صفحہ نمبر ۱۳ پر تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں لہذا وہاں سے خوب یاد کر لی جائے۔

وجہ حصر﴿۲﴾: ۔کلی دو حال سے خالی نہیں ما هو کے جواب میں بولی جائے گی یا ای شیٔ هو فی ذاته کے جواب میں اگر ما هو کے جواب میں آئے تو دو حال سے خالی نہیں محض شرکت کے اعتبار سے ما هو کے جواب میں آئے گی یا شرکت اور خصوصیت دونوں کے اعتبار سے، اگر محض شرکت کے اعتبار سے جواب میں آئے تو جنس ہوگی اور اگر شرکت وخصوصیت دونوں کے اعتبار سے جواب میں آئے تو نوع ہوگی۔ اور اگر کلی ای شیٔ هو فی ذاته کے جواب میں آئے تو فصل ہوگی۔

کلی ذاتی وعرضی کی وجہ تسمیہ:۔ ذاتی کا معنی ہے ذات والی چونکہ یہ بھی اپنے افراد و جزئیات کی ذات اور حقیقت میں داخل ہوتی ہے اس لئے اسے ذاتی کہتے ہیں۔ عرضی کا معنی ہے عرض والی چونکہ یہ بھی اپنے افراد و جزئیات کے ساتھ عارض (چمٹی ہوئی) ہوتی ہے اس لئے اس کو عرضی کہتے ہیں۔

اعتراض:۔ مصنفؒ نے ذاتی کو مقدم اور عرضی کو مؤخر کیوں کیا؟

جواب:۔ یہ قاعدہ ہے کہ ذات مقدم اور عرض مؤخر ہوتی ہے۔ ذاتی ذات سے ہے اور عرضی عرض سے ہے اس لئے ذاتی کو مقدم اور عرضی کو مؤخر کیا۔

تعریف جنس:۔ **ھو کلی مقول علی کثیرین مختلفین بالحقائق فی جواب ماھو** (جنس وہ کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ایسے کثیرین پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں) جیسے حیوان یہ انسان، فرس، بقر وغیرہ پر بولا جاتا ہے اور ان کی حقیقت مختلف ہے۔

فوائد قیود:۔ **کلی مقول علی کثیرین** جنس ہے اس میں تمام کلیات شامل ہیں **مختلفین بالحقائق** پہلی فصل ہے اس سے نوع اور خاصہ نکل گئے کیونکہ یہ جن افراد پر بولے جاتے ہیں ان کی حقیقت ایک ہوتی ہے **فی جواب ماھو** دوسری فصل ہے اس سے فصل اور عرض عام خارج ہو گئے کیونکہ فصل صرف **ای شئ ھو فی ذاته** کے جواب میں آتی ہے **ما ھو** کے جواب میں نہیں اور عرض عام کسی کے جواب میں بھی نہیں آتا۔ اب یہ تعریف جامع مانع ہوگئی۔

تعریف نوع:۔ **کلی مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ماھو** (نوع وہ کلی ہے جو **ماھو** کے جواب میں ایسے کثیرین پر بولی جائے جن کی حقیقت ایک ہو) جیسے انسان یہ زید، عمرو، بکر وغیرہ پر بولا جاتا ہے اور ان سب کی حقیقت ایک ہے۔

فوائد قیود:۔ **کلی مقول علی کثیرین** بمنزلِ جنس کے ہے اس میں تمام کلیات داخل ہیں **متفقین بالحقائق** پہلی فصل ہے اس سے عرض عام اور جنس خارج ہو گئے کیونکہ ان کے افراد کی حقیقت مختلف ہوتی ہے **فی جواب ما ھو** دوسری فصل ہے اس سے خاصہ اور فصل نکل گئے کیونکہ یہ ماھو کے جواب میں نہیں بولے جاتے۔

تعریف فصل:۔ **کلی یقال علی الشئ فی جواب ای شئ ھو فی ذاته** (فصل وہ کلی ہے جو کسی شئ پر **ای شئ ھو فی ذاته** کے جواب میں بولی جائے) جیسے ناطق یہ **الانسان ای شئ ھو فی ذاته**

کے جواب میں آتا ہے۔

فوائد قیود: ۔ یقال علی الشیٔ بمنزل جنس کے ہے اس میں تمام کلیات داخل ہیں فی جواب ای شیٔ هو پہلی فصل ہے اس سے جنس، نوع اور عرض عام خارج ہوگئے فی ذاته دوسری فصل ہے اس سے خاصہ خارج ہوا کیونکہ وہ ای شیٔ هو فی عرضه کے جواب میں آتا ہے فی ذاته کے جواب میں نہیں۔

اقسام جنس: ۔ جنس کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ جنس قریب ﴿۲﴾ جنس بعید۔

جنس قریب: ۔ وہ جنس ہے کہ اسکے افراد و جزئیات کو لے کر جب سوال کیا جائے تو جواب میں صرف وہی جنس واقع ہو کوئی اور نہیں جیسے حیوان یہ انسان، حمار، فرس وغیرہ کیلئے جنس قریب ہے کیونکہ ان میں سے جن دو یا زیادہ کو لے کر جب بھی سوال کیا جائے تو جواب میں حیوان ہی واقع ہوتا ہے الانسان و البقر ماهما کا جواب حیوان ہوگا اسی طرح جب سوال کریں الانسان و الغنم ما هما تو بھی جواب میں حیوان ہی ہوگا۔

جنس بعید: ۔ وہ جنس ہے کہ اس کے افراد و جزئیات کو لے کر جب سوال کریں تو کبھی تو جواب میں وہی جنس واقع ہو کبھی وہ واقع نہ ہو بلکہ کوئی اور جنس واقع ہو جیسے جسم نامی یہ انسان، غنم، حمار وغیرہ کیلئے جنس بعید ہے کیونکہ اگر ہم الانسان و الشجر ماهما سے سوال کریں تو جواب میں جسم نامی آتا ہے اور اگر ہم الانسان و الغنم ما هما سے سوال کریں تو جواب میں جسم نامی نہیں بلکہ حیوان آتا ہے۔

اقسام فصل: ۔ فصل کی بھی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ فصل قریب ﴿۲﴾ فصل بعید۔

فصل قریب: ۔ وہ فصل ہے جو کسی ماہیت کو جنس قریب کے مشارکات (شریک چیزوں) سے جدا کرے جیسے ناطق انسان کیلئے فصل قریب ہے کیونکہ یہ انسان کو حیوانیت (جنس قریب) میں شریک تمام مشارکات سے جدا کر دیتا ہے۔

فصل بعید: ۔ وہ فصل ہے جو کسی ماہیت کو جنس بعید کے مشارکات سے تو جدا کرے لیکن جنس قریب کے مشارکات سے جدا نہ کرے۔ جیسے حساس یہ انسان کیلئے فصل بعید ہے کہ یہ انسان کو جسم نامی میں شریک تمام چیزوں سے جدا کرتا ہے کیونکہ جب ہم نے الانسان حساس کہا تو اس نے یہ بتا دیا کہ یہ انسان حساس ہے غیر حساس جمادات وغیرہ نہیں ہے لیکن جنس قریب (حیوانیت) کے مشارکات سے انسان کو جدا نہیں کرتا کیونکہ تمام حیوان حساس ہیں کوئی حیوان غیر حساس نہیں ہے۔

وَاَمَّا الْعَرْضِیُّ فَهُوَ اِمَّا اَنْ يَّمْتَنِعَ انْفِكَاكُهٗ عَنِ الْمَاهِيَّةِ وَهُوَ الْعَرْضُ اللَّازِمُ اَوْلَا يَمْتَنِعُ وَهُوَ الْعَرْضُ الْمُفَارِقُ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِمَّا يَخْتَصُّ بِحَقِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ وَهُوَ الْخَاصَّةُ كَالضَّاحِكِ بِالْقُوَّةِ اَوْ بِالْفِعْلِ لِلْاِنْسَانِ وَيُرْسَمُ بِاَنَّهَا كُلِّيَةٌ تُقَالُ عَلٰى مَا تَحْتَ حَقِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ فَقَطْ قَوْلاً عَرْضِيًّا وَاِمَّا اَنْ يَّعُمَّ حَقَائِقَ فَوْقَ وَاحِدَةٍ وَهُوَ الْعَرْضُ الْعَامُ كَالْمُتَنَفِّسِ بِالْقُوَّةِ اَوْ بِالْفِعْلِ لِلْاِنْسَانِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْحَيْوَانَاتِ وَيُرْسَمُ بِاَنَّهٗ كُلِّیٌّ يُقَالُ عَلٰى مَا تَحْتَ حَقَائِقَ مُخْتَلِفَةٍ قَوْلاً عَرْضِيًّا۔

ترجمہ:۔ بہرحال کلی عرضی یا تو اس کا ماہیت سے جدا ہونا ممتنع ہوگا اور وہ عرض لازم ہے یا ممتنع نہیں ہوگا اور وہ عرض مفارق ہے۔ اور ان دونوں (کلیوں) میں سے ہر ایک یا تو ایک ہی حقیقت کے ساتھ مختص ہوگی اور وہ خاصہ ہے جیسے ضاحک (ہنسنے والا) بالقوۃ یا ضاحک بالفعل ہونا انسان کیلئے۔ اور اس کی تعریف کی جاتی ہے بایں طور کہ وہ (خاصہ) ایسی کلی ہے جو صرف ایک حقیقت کے تحت داخل شدہ افراد پر عرضی طور پر بولی جائے اور یا (ان میں سے ہر ایک) شامل ہوگی ایک سے زیادہ حقیقتوں کو اور وہ عرض عام ہے جیسے متنفس (سانس لینے والا) بالقوۃ یا متنفس بالفعل ہونا انسان اور اس کے علاوہ حیوانات کیلئے۔ اور اس کی تعریف کی جاتی ہے بایں طور کہ وہ (عرض عام) ایسی کلی ہے جو مختلف حقیقتوں کے تحت داخل شدہ افراد پر عرضی طور پر بولی جائے۔

تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ کلی عرضی کی اقسام بیان کر رہے ہیں۔

کلی عرضی کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ خاصہ ﴿۲﴾ عرض عام۔

وجہ حصر:۔ کلی عرضی جن افراد و جزئیات پر بولی جائے گی ان کی حقیقت ایک ہوگی یا مختلف اگر ایسے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقت ایک ہے تو وہ خاصہ ہے اگر ایسے افراد و جزئیات پر بولی جائے جن کی حقیقت مختلف ہے تو وہ عرض عام ہے۔

تعریف خاصہ:۔ وہ کلی عرضی ہے جو ایسے افراد و جزئیات پر بولی جائے جن کی حقیقت ایک ہو جیسے ضاحک یہ ایسے افراد و جزئیات پر بولا جاتا ہے جن کی حقیقت ایک ہے یعنی زید، عمرو، بکر وغیرہ اس کے افراد ہیں اور ان سب کی حقیقت حیوان ناطق ہے۔

عرض عام:۔ وہ کلی عرضی ہے جو ایسے افراد و جزئیات پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں جیسے ماشی

اس کے افراد انسان، فرس، حمار وغیرہ ہیں جن کی حقیقتیں مختلف ہیں۔

اقسام خاصہ:۔ خاصہ کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ خاصہ لازم ﴿۲﴾ خاصہ مفارق۔

وجہ حصر:۔ خاصہ اپنے افراد و جزئیات کے ساتھ ہمیشہ کیلئے چمٹا ہوا ہوگا یا کبھی جدا بھی ہو جائے گا اگر ہمیشہ کیلئے چمٹا ہوا ہو تو اسے خاصہ لازم کہتے ہیں اور اگر کبھی جدا بھی ہو جاتا ہو تو اسے خاصہ مفارق کہتے ہیں۔

خاصہ لازم:۔ وہ خاصہ ہے جو اپنے افراد و جزئیات کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چمٹا ہوا ہو جیسے ضاحک بالقوۃ ہونا انسان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چمٹا ہوا ہے۔

خاصہ مفارق:۔ وہ خاصہ ہے جو اپنے افراد و جزئیات کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چمٹا ہوا نہ ہو بلکہ کبھی جدا بھی ہو جائے جیسے ضاحک بالفعل ہونا انسان کے ساتھ ہمیشہ چمٹا ہوا نہیں ہے بلکہ کبھی جدا بھی ہو جاتا ہے۔

اقسام عرض عام:۔ عرض عام کی بھی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ عرض عام لازم ﴿۲﴾ عرض عام مفارق۔

وجہ حصر:۔ عرض عام اپنے افراد و جزئیات کے ساتھ ہمیشہ کیلئے چمٹا ہوا ہوگا یا کبھی جدا بھی ہو جائے گا اگر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چمٹا ہوا ہو تو اسے عرض عام لازم کہتے ہیں اور اگر کبھی جدا بھی ہو جاتا ہو تو اسے عرض عام مفارق کہتے ہیں۔

عرض عام لازم:۔ وہ عرض عام ہے جو اپنے افراد و جزئیات کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چمٹا ہوا ہو جیسے متنفس بالقوۃ (سانس لینے کی صلاحیت والا) ہونا ہر جاندار کے ساتھ ہمیشہ کیلئے چمٹا ہوا ہے۔

عرض عام مفارق:۔ وہ عرض عام ہے جو اپنے افراد و جزئیات کے ساتھ ہمیشہ ہمشیہ کیلئے چمٹا ہوا نہ ہو بلکہ کبھی جدا بھی ہو جاتا ہو جیسے متنفس بالفعل ہونا کسی جاندار کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لازم نہیں ہے بلکہ کبھی کوئی جاندار سانس روک بھی لیتا ہے۔

فائدہ:۔ مصنفؒ نے کلی عرضی کی تقسیم کچھ دوسرے طرز کے ساتھ کی ہے سب سے پہلے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کلی عرضی اپنے افراد کے ساتھ ہمیشہ کیلئے چمٹی ہوئی ہوگی یا عارضی طور پر اگر ہمیشہ کیلئے چمٹی ہوئی ہو تو اسے کلی عرض لازم کہتے ہیں اگر کبھی جدا بھی ہو جاتی ہو تو اسے عرض مفارق کہتے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ اگر کلی عرضی ایک حقیقت والے افراد پر بولی جائے تو اسے خاصہ کہتے ہیں اور اگر مختلف حقیقت والے افراد پر بولی جائے تو اسے عرض عام کہتے ہیں گویا کہ کلی عرضی کی مصنفؒ نے بھی چار ہی قسمیں بنائی ہیں مگر تقسیم کا انداز مختلف ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے مصنفؒ والا انداز کیوں نہیں اختیار کیا؟

جواب:۔ مصنفؒ کی تقسیم پر اعتراض ہوتا ہے کہ اگر ہم مصنفؒ والا طرز اپنائیں تو پھر کلیات خمس جنس، نوع، فصل، لازم، مفارق بنیں گی۔ کیونکہ لازم اور مفارق مصنفؒ کے نزدیک تقسیم اولی ہے اور یہ بات غلط ہے کیونکہ جمہور منطقیوں کے نزدیک کلیات خمس جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ہم خاصہ اور عرض عام کو بھی کلیات میں شامل کرلیں گے تو پھر کلیات پانچ نہیں رہتیں بلکہ کلیات سات ہو جائیں گی اور یہ بھی غلط ہے۔ اور اگر کہیں کہ ہم خاصہ اور عرض عام کو کلیات میں داخل کرتے ہیں اور لازم ومفارق کو شامل نہیں کرتے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ لازم اور مفارق تقسیمِ اولی ہے اور خاصہ وعرض عام تقسیم ثانوی ہے تقسیم اولی کو چھوڑ کر تقسیم ثانوی کو کلیات میں شامل کرنا بھی صحیح نہیں۔ اس وجہ سے ہم نے مصنفؒ کی تقسیم کو اختیار نہیں کیا تیسیر المنطق والی تقسیم کو اختیار کیا ہے۔

﴿اَلْقَوْلُ الشَّارِحُ﴾

اَلْحَدُّ قَوْلٌ دَالٌّ عَلٰی مَاهِيَّةِ الشَّیْءِ وَهُوَ الَّذِیْ يَتَرَكَّبُ عَنْ جِنْسِ الشَّیْءِ وَفَصْلِهِ الْقَرِيْبَيْنِ كَالْحَيْوَانِ النَّاطِقِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الْاِنْسَانِ وَهُوَ الْحَدُّ التَّامُّ وَالْحَدُّ النَّاقِصُ وَهُوَ الَّذِیْ يَتَرَكَّبُ مِنْ جِنْسِهِ الْبَعِيْدِ وَفَصْلِهِ الْقَرِيْبِ كَالْجِسْمِ النَّاطِقِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الْاِنْسَانِ وَالرَّسْمُ التَّامُ وَهُوَ الَّذِیْ يَتَرَكَّبُ مِنَ الْجِنْسِ الْقَرِيْبِ لِشَیْءٍ وَخَاصَّةِ اللَّازِمِ كَالْحَيْوَانِ الضَّاحِكِ فِیْ تَعْرِيْفِ الْاِنْسَانِ وَالرَّسْمُ النَّاقِصُ مَا يَتَرَكَّبُ عَنْ عَرْضِيَّاتٍ تَخْتَصُّ جُمْلَتُهَا بِحَقِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ كَقَوْلِنَا فِیْ تَعْرِيْفِ الْاِنْسَانِ اِنَّهٗ مَاشٍ عَلٰی قَدَمَيْهِ عَرِيْضُ الْاَظْفَارِ بَادِی الْبَشْرَةِ الْمُسْتَقِيْمُ الْقَامَّةُ ضَاحِكٌ بِالطَّبْعِ۔

ترجمہ:۔ قول شارح: یعنی حد ایسا قول ہے جو شی کی ماہیت پر دلالت کرے اور وہ وہ چیز ہے جو شی کی جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہوتی ہے جیسے حیوان ناطق انسان کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ اور وہ حد تام ہے۔ اور حد ناقص وہ حد ہے جو شی کی جنس بعید اور فصل قریب سے مرکب ہو جیسے جسم ناطق انسان کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ۔ اور رسم تام وہ ہے جو شی کی جنس قریب اور خاصہ لازم سے مرکب ہو جیسے حیوان ضاحک انسان کی تعریف میں۔ اور رسم ناقص وہ ہے جو ایسی عرضیات سے مرکب ہو جو سب ایک

حقیقت کے ساتھ مختص ہوں جیسے ہمارا قول انسان کی تعریف میں کہ وہ اپنے قدموں پر چلنے والا، چوڑے ناخنوں والا، ظاہری جسم والا، سیدھے قد والا، بالطبع ہنسنے والا ہے۔

تشریح: منطق پڑھنے سے اصل مقصود قول شارح اور دلیل و حجت ہوتے ہیں تو اب یہاں سے مصنفؒ اصل مقصود قول شارح کو بیان کر رہے ہیں۔

فائدہ: قول شارح یا تعریف کے پانچ نام ہیں ﴿۱﴾ قول شارح ﴿۲﴾ تعریف ﴿۳﴾ معرِّف ﴿۴﴾ حد ﴿۵﴾ رسم۔ اور جس کی تعریف کی گئی ہو اس کے بھی پانچ نام ہیں ﴿۱﴾ مقول علیہ الشارح ﴿۲﴾ ذوالتعریف ﴿۳﴾ معرَّف ﴿۴﴾ محدود ﴿۵﴾ مرسوم۔

اس جگہ ہم تین چیزیں بیان کریں گے ﴿۱﴾ قول شارح کی تعریف ﴿۲﴾ قول شارح کی شرائط ﴿۳﴾ قول شارح کی قسمیں۔

تعریف قول شارح: قول شارح وہ ہے جو شی کی ماہیت یا اس کے لازم پر دلالت کرے۔ پھر اگر شی کی ماہیت پر دلالت کرے تو اسے حد اور اگر شی کے لازم پر دلالت کرے تو اسے رسم کہتے ہیں۔ اور یہی قول شارح کی دو قسمیں ہیں۔

تعریف حد: قول دال علی ماهیة الشیء (وہ قول جو کسی چیز کی ماہیت پر دلالت کرنے والا ہو)

تعریف رسم: قول دال علی لازم الشیء (وہ قول جو کسی چیز کے لازم پر دلالت کرنے والا ہو)

قول شارح کی شرائط: اس سے پہلے تیسیر المنطق کے صفحہ نمبر ۱۸ کا مطالعہ کریں جس میں دو کلیوں کے درمیان نسبت کا بیان ہے۔

﴿۱﴾ معرِّف اور معرَّف کے درمیان نسبت تساوی کی ہو یعنی معرِّف کے ہر ہر فرد پر معرَّف کا ہر ہر فرد صادق آئے اور اس کا برعکس بھی ورنہ تعریف صحیح نہ ہوگی۔

﴿۲﴾ تعریف کیلئے لازم ہے کہ وہ ذوالتعریف سے واضح ہو یعنی تعریف کے الفاظ معرَّف کے الفاظ سے بھی زیادہ مشکل ہونا ٹھیک نہیں جیسے اسد کی تعریف اگر لیث کے ساتھ کی جائے تو یہ تعریف صحیح نہیں کیونکہ لیث کا لفظ اسد سے بھی زیادہ اوپرا اور مشکل ہے۔

اقسام قول شارح: اس کی ابتداءً دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ حد ﴿۲﴾ رسم۔ پھر ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ تام ﴿۲﴾ ناقص۔

حد تام: ۔ وہ تعریف ہے جو کسی چیز کی جنس قریب اور فصل قریب سے مل کر بنے جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ۔

حد ناقص: ۔ وہ تعریف ہے جو کسی چیز کی جنس بعید اور فصل قریب سے مل کر ہو یا صرف فصل قریب سے ہو جیسے انسان کی تعریف جسم ناطق یا صرف ناطق کے ساتھ۔

رسم تام: ۔ وہ تعریف ہے جو کسی چیز کی جنس قریب اور خاصہ سے مل کر بنے جیسے انسان کی تعریف حیوان ضاحک کے ساتھ۔

رسم ناقص: ۔ وہ تعریف ہے جو کسی چیز کی جنس بعید اور خاصہ سے مل کر یا صرف خاصہ سے یا خاصہ اور عرض عام سے مل کر بنے جیسے انسان کی تعریف جسم ضاحک یا صرف ضاحک یاماش علی قدمیہ عریض الاظفار بادی البشرۃ مستقیم القامۃ ضاحک بالطبع (اپنے قدموں پر چلنے والا، چوڑے ناخنوں والا، ظاہری جسم والا سیدھے قد والا، بالطبع ہنسنے والا) کے ساتھ۔

وجوہات تسمیہ: قول شارح: ۔ قول کا لفظی معنی ہے کہنا لیکن منطقی اس کو مرکب کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ شارح اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی شرح کرنے والا یعنی مرکب شرح کرنے والا۔ قول شارح کو قول شارح اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی (عموماً) مرکب ہو کر معرَّف کی شرح اور وضاحت کرتا ہے۔ **معرِّف:** ۔ معرِّف کا معنی ہے پہچان کرانے والا اور یہ بھی معرَّف کی پہچان کراتا ہے اس لئے اس کو معرِّف کہتے ہیں۔ **حد:** ۔ اس کا معنی ہے روکنا کیونکہ یہ بھی اپنے افراد و جزئیات کو باہر جانے سے اور باہر والے افراد کو اندر آنے سے روکتا ہے یعنی یہ جامع لجمیع الافراد اور مانع عن دخول الغیر ہوتا ہے۔ **رسم:** ۔ رسم کا معنی ہے علامت چونکہ یہ بھی کسی ماہیت کی علامت ہوتا ہے اس لئے اس کو رسم کہتے ہیں۔ **حد تام:** ۔ اس کو حد اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں تعریف ذاتیات سے ہوتی ہے اور تام اس لئے کہ تعریف مکمل ذاتیات کے ساتھ ہوتی ہے۔ **حد ناقص:** ۔ حد تو اس لئے کہ تعریف ذاتیات کے ساتھ ہے اور ناقص اس لئے کہ اس میں مکمل ذاتیات کو بیان نہیں کیا جاتا۔ **رسم تام:** ۔ رسم اس لئے کہتے ہیں کہ تعریف عرضیات سے ہوتی ہے تام اس لئے کہ حد تام کی طرح اس میں جنس قریب ہوتی ہے۔ **رسم ناقص:** ۔ رسم تو عرضیات کے ساتھ تعریف ہونے کی وجہ سے اور ناقص اس لئے کہتے ہیں کہ حد تام کی طرح اس میں جنس قریب نہیں ہوتی۔

فائدہ: ۔ عام طور پر عرض عام سے تعریف نہیں کی جاتی کیونکہ تعریف کرنے سے دو مقصد ہوتے ہیں۔

﴿۱﴾ اطلاع علی الذاتیات (کسی شی کی ذاتیات پر مطلع ہونا) جیسا کہ حد میں ہوا کرتا ہے ﴿۲﴾ امتیاز عن جمیع ما عدا (تمام ماسوا سے معرَّف کو جدا کرنا) جیسا کہ رسم میں ہوا کرتا ہے اور عرض عام سے یہ دونوں فائدے حاصل نہیں ہوتے۔ لیکن ہمارے مصنفؒ نے یہاں عرض عام کے ساتھ تعریف کرنے کی بھی ایک صورت بیان کی ہے یعنی ماش علی قدمیه، عریض الاظفار، بادی البشرة، مستقیم القامة یہ چاروں عرض عام ہیں مگر ان کے ساتھ کسی شی کو نہیں پہچانا جا سکتا کیونکہ پاؤں پر چلنے والی کئی چیزیں ہو سکتی ہیں اسی طرح چوڑے ناخنوں والی، ظاہری جسم والی اور سیدھے قد والی بھی کئی چیزیں ہیں جن کی حقیقت مختلف ہے مگر جب ہم اس کے ساتھ خاصہ (ضاحک بالطبع) کو ملائیں گے تو پھر اس تعریف سے انسان پر دلالت ہو سکے گی اور انسان کو پہچانا جا سکے گا۔

﴿القضایا﴾

اَلْقَضِيَةُ هِيَ قَوْلٌ يَّصِحُّ اَنْ يُّقَالَ لِقَائِلِهٖ اِنَّهٗ صَادِقٌ فِيْهِ اَوْ كَاذِبٌ وَهِيَ اِمَّا حَمْلِيَّةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ وَاِمَّا شَرْطِيَّةٌ مُتَّصِلَةٌ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَاِمَّا شَرْطِيَّةٌ مُنْفَصِلَةٌ كَقَوْلِنَا اَلْعَدَدُ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا فَالْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنَ الْحَمْلِيَّةِ يُسَمّٰى مَوْضُوْعًا وَالثَّانِيْ مَحْمُوْلاً وَالْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنَ الشَّرْطِيَّةِ يُسَمّٰى مُقَدَّمًا وَالثَّانِيْ تَالِيًا وَالْقَضِيَةُ اِمَّا مُوْجِبَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ وَاِمَّا سَالِبَةٌ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ لَيْسَ بِكَاتِبٍ۔

ترجمہ:۔ یہ قضایا کی بحث ہے: قضیہ وہ ایک ایسا قول ہے جس کے قائل کو یہ کہا جا سکتا ہو کہ وہ اس (قول) میں سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ اور وہ (قضیہ) یا تو حملیہ ہوگا جیسے ہمارا قول زید کاتب (زید لکھنے والا ہے) اور یا شرطیہ متصلہ ہوگا جیسے ہمارا قول ان کانت الخ (اگر سورج طلوع ہو چکا ہے تو دن موجود ہے) اور یا شرطیہ منفصلہ ہوگا جیسے ہمارا قول العدد الخ (عدد یا تو جفت ہوگا یا طاق ہوگا) پس حملیہ کے پہلے جزء کا نام موضوع اور دوسرے جزء کا نام محمول رکھا جاتا ہے۔ اور شرطیہ کے پہلے جزء کا نام مقدم اور دوسرے جزء کا نام تالی رکھا جاتا ہے۔ اور قضیہ یا موجبہ ہوگا جیسے ہمارا قول زید کاتب (زید لکھنے والا ہے) اور یا سالبہ ہوگا جیسے ہمارا قول زید لیس بکاتب (زید کاتب نہیں ہے)۔

تشریح:۔ مصنفؒ منطقیوں کے دو مقصدوں میں سے ایک مقصد سے فارغ ہونے کے بعد اب دوسرے

مقصد یعنی دلیل اور حجت کی بحث کو شروع فرمار ہے ہیں ۔ اور چونکہ دلیل اور حجت کا سمجھنا موقوف ہے عکس مستوی کے سمجھنے پر اور عکس مستوی کا سمجھنا موقوف ہے تناقض کے سمجھنے پر اور تناقض کا سمجھنا موقوف ہے قضایا کے سمجھنے پر اس لئے مصنفؒ پہلے قضایا کی بحث کریں گے اس کے بعد تناقض کی اور پھر عکس مستوی کی اور اس کے بعد اصل مقصد کو بیان کریں گے۔

تعریف قضیہ: ۔ قول یصح ان یقال لقائلہ انہ صادق فیہ او کاذب (قضیہ ایسا قول ہے جس کے قائل کو کہا جا سکتا ہو کہ وہ سچا ہے اس قول میں یا جھوٹا ہے) یعنی جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے اس کو قضیہ کہتے ہیں۔ **فوائد قیود:** ۔ قول بمنزلِ جنس کے ہے اس میں تمام مرکبات ناقصہ اور انشائیہ داخل ہیں۔ یصح ان یقال الخ فصل ہے اس قید سے تمام مرکبات ناقصہ اور انشائیہ نکل گئے۔

سوال: ۔ آپ نے کہا قضیہ اس کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے ہم آپ کو چند قضایا دکھاتے ہیں جن پر آپ کی تعریف سچی نہیں آتی جیسے اللّٰہ واحد، السماء فوقنا وغیرہ یہ قضایا صرف سچے ہیں ان میں جھوٹ کا تو احتمال ہی نہیں ہے۔

جواب: ۔ ہماری مراد یہ ہے کہ نفس کلام سچ اور جھوٹ دونوں احتمالوں سے خالی نہ ہو بشرطیکہ اس میں کوئی خارجی قرینہ موجود نہ ہو لھٰذا اللّٰہ واحد، السماء فوقنا اور الارض تحتنا وغیرہ کا اگر خارجی دلائل کے ذریعے سچا ہونا ثابت ہو جائے تو وہ ہماری تعریف کے خلاف نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر خارجی دلائل سے قطع نظر کر کے ہم دیکھیں گے کہ نفسِ کلام میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے یا نہیں اگر ہے تو قضیہ ہے ورنہ قضیہ نہیں۔

اقسام قضیہ: ۔ قضیہ کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ قضیہ حملیہ ﴿۲﴾ قضیہ شرطیہ۔

قضیہ حملیہ: ۔ جو دو مفردوں سے یا ایک مفرد اور ایک قضیہ سے مل کر بنے یعنی اگر کسی قضیے سے حرف رابطہ کو نکال دیا جائے تو دو مفرد یا ایک مفرد اور ایک قضیہ بچے تو اس کو قضیہ حملیہ کہتے ہیں جیسے زید قائم کے درمیان نسبت مقدرہ ھو کو نکال دیا جائے تو باقی زید اور قائم بچیں گے اور یہ دونوں مفرد ہیں اور زید ابوہ قائم کے درمیان سے اگر نسبت مقدرہ کو نکال دیا جائے تو زید مفرد اور ابوہ قائم قضیہ بچتا ہے یعنی ایک مفرد اور ایک قضیہ بچتا ہے۔

قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ ہے جو دو قضیوں سے ملکر بنے ۔ یعنی اگر درمیان سے رابطہ ختم کیا جائے تو دو قضیے بچیں جیسے ان کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود (اگر سورج طلوع ہونے والا ہے تو دن موجود ہے)

اس مثال سے رابطہ کو ختم کر دیا جائے تو کانت الشمس طالعة اور النهار موجود دو قضیے بچتے ہیں۔

قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ شرطیہ متصلہ ﴿۲﴾ شرطیہ منفصلہ۔

متصلہ: ۔ وہ ہے کہ دو قضیوں کے درمیان اتصال کا ثبوت یا اتصال کی نفی ہو۔ اتصال کا ثبوت ہو تو متصلہ موجبہ ہوگا اور اگر اتصال کی نفی ہو تو متصلہ سالبہ ہوگا۔ موجبہ جیسے ان کان زید انسانا فهو حیوان (اگر زید انسان ہے تو وہ حیوان ہے) اور سالبہ جیسے لیس ان کانت الشمس طالعة فاللیل موجود (یہ بات نہیں ہے کہ اگر سورج طلوع ہونے والا ہے تو رات موجود ہے)۔

منفصلہ: ۔ وہ ہے جس میں دو چیزوں کے درمیان جدائی کے ثبوت یا جدائی کی نفی کا حکم ہو۔ پھر اگر ثبوت کا حکم ہے تو منفصلہ موجبہ ہوگا اور اگر نفی کا حکم ہے تو منفصلہ سالبہ ہوگا۔ موجبہ جیسے هذا العدد اما زوج او فرد (یہ عدد جفت ہے یا طاق ہے) سالبہ جیسے لیس اما ان یکون العدد زوجا او منقسما بمتساویین (یہ بات نہیں ہے کہ عدد یا تو زوج ہے یا متساویین میں تقسیم ہونے والا ہے)

پھر قضیہ (جو بھی ہو اس) کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ موجبہ ﴿۲﴾ سالبہ۔

موجبہ: ۔ جس میں ایک شی کو دوسری شی کیلئے ثابت کیا جائے جیسے زید کاتب۔

سالبہ: ۔ جس میں ایک شی کی دوسری شی سے نفی کی جائے جیسے زید لیس کاتب۔

وَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِمَّا مَخْصُوْصَةٌ كَمَا ذَكَرْنَا وَاِمَّا كُلِّيَّةٌ مُسَوَّرَةٌ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبٌ وَلاَ شَئٍ مِنَ الْاِنْسَانِ بِكَاتِبٍ وَاِمَّا جُزْئِيَّةٌ مُسَوَّرَةٌ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْاِنْسَانِ كَاتِبٌ وَاِمَّا مُهْمَلَةٌ كَقَوْلِنَا اَلْاِنْسَانُ كَاتِبٌ وَالْمُتَّصِلَةُ اِمَّا لُزُوْمِيَّةٌ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَاِمَّا اِتِّفَاقِيَّةٌ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقًا فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ۔

ترجمہ: ۔ اور ہر ایک ان دونوں (موجبہ، سالبہ) میں سے یا تو مخصوصہ ہوگا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور یا مسورہ کلیہ ہوگا جیسے ہمارا قول کل انہسان کاتب (ہر انسان کاتب ہے) اور لاشئ من الانسان بکاتب (کوئی انسان کاتب نہیں) اور یا مسورہ جزئیہ ہوگا جیسے ہمارا قول بعض الانسان کاتب (بعض انسان کاتب ہیں) اور یا مہملہ ہوگا جیسے ہمارا قول الانسان کاتب (انسان کاتب ہے) اور متصلہ یا تو لزومیہ ہوگا جیسے ہمارا قول ان کانت الخ (اگر سورج طلوع ہونے والا ہے تو دن موجود ہے) یا اتفاقیہ ہوگا جیسے ہمارا قول ان کان الانسان الخ (اگر انسان ناطق ہے تو گدھا ناہق ہے)

تشریح: ۔ قضیہ حملیہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ ﴿۱﴾مخصوصہ ﴿۲﴾طبعیہ ﴿۳﴾مہملہ ﴿۴﴾محصورہ کلیہ ﴿۵﴾محصورہ جزئیہ۔

وجہ حصر: ۔ قضیہ حملیہ کا موضوع جزئی ہوگا یا کلی، اگر موضوع جزئی ہو تو اس کو قضیہ شخصیہ یا مخصوصہ کہتے ہیں جیسے **زید قائم**۔ اگر موضوع کلی ہے تو پھر حکم اگر کلی کی طبعیت پر لگ رہا ہے تو اس کو قضیہ طبعیہ کہتے ہیں جیسے **الانسان نوع** (انسان نوع ہے) اس میں حکم انسان کی طبعیت پر ہے افراد پر نہیں، کیونکہ نوع ہونا یہ انسان کی طبعیت میں پایا جاتا ہے انسان کے افراد تو نوع نہیں بلکہ جزئی ہیں۔ اور اگر حکم افراد پر ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں افراد کی کلیت اور جزئیت کو بیان کیا جائے گا یا نہیں، اگر بیان کیا جائے تو پھر اگر حکم کل افراد پر ہے تو اس کو محصورہ کلیہ کہتے ہیں جیسے **کل انسان حیوان** (ہر انسان حیوان ہے) اس میں حیوانیت والا حکم انسان کے تمام افراد کیلئے ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور اگر حکم بعض افراد پر ہے تو اسکو محصورہ جزئیہ کہتے ہیں جیسے **بعض الحیوان انسان** (بعض حیوان انسان ہیں) اس میں انسانیت والا حکم حیوان کے بعض افراد پر لگایا جا رہا ہے۔ اور اگر کلیت اور جزئیت کو بیان نہ کیا جائے تو اسکو قضیہ مہملہ کہتے ہیں جیسے **الانسان حیوان** (انسان حیوان ہے) اس میں حیوانیت والا حکم انسان کے افراد کیلئے ثابت کیا جا رہا ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ حکم تمام افراد کیلئے ہے یا بعض کیلئے۔ پھر ان پانچ میں سے ہر ایک موجبہ بھی ہوسکتا ہے اور سالبہ بھی۔

الحاصل: قضیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کے کل دس قسمیں بن جاتی ہیں۔ (۱) شخصیہ موجبہ (۲) شخصیہ سالبہ (۳) طبعیہ موجبہ (۴) طبعیہ سالبہ (۵) محصورہ کلیہ موجبہ (۶) محصورہ کلیہ سالبہ (۷) محصورہ جزئیہ موجبہ (۸) محصورہ جزئیہ سالبہ (۹) مہملہ موجبہ (۱۰) مہملہ سالبہ۔

فائدہ: ۔ قضیہ محصورہ کو قضیہ مسورہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں سور ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابھی گزرا ہے کہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں ﴿۱﴾محصورہ کلیہ موجبہ ﴿۲﴾محصورہ کلیہ سالبہ ﴿۳﴾محصورہ جزئیہ موجبہ ﴿۴﴾محصورہ جزئیہ سالبہ۔ ان کی پہچان اور کلیت و جزئیت کو بیان کرنے کیلئے الفاظ مقرر ہیں ان الفاظ کو سور کہتے ہیں۔

﴿۱﴾موجبہ کلیہ کیلئے ''کل'' اور الف لام استغراقی دو سور مقرر ہیں جیسے **کل انسان کاتب، ان الانسان لفی خسر** ﴿۲﴾موجبہ جزئیہ کیلئے ایک سور مقرر ہے ''بعض'' جیسے **بعض الانسان کاتب**۔

﴿۳﴾سالبہ کلیہ کیلئے دو سور مقرر ہیں ''لا شیء اور لا واحد'' جیسے **لا شیء من الانسان بحجر، لا واحد من الانسان بحجر** ﴿۴﴾سالبہ جزئیہ کیلئے دو سور مقرر ہیں ''**بعض لیس اور لیس بعض**'' ان میں سے

پہلے میں بعض پہلے اور لیس درمیان میں آتا ہے جیسے **بعض الانسان لیس بکاتب** اور **لیس بعض** اکٹھا شروع میں ہی آتا ہے جیسے **لیس بعض من الانسان کاتب**۔

قضیہ متصلہ کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ لزومیہ ﴿۲﴾ اتفاقیہ۔

لزومیہ:۔ وہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان چار علاقوں میں سے کوئی ایک علاقہ (تعلق) پایا جائے۔

وہ چار علاقے یہ ہیں ﴿۱﴾ مقدم علت اور تالی معلول ہو جیسے **ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود**۔

﴿۲﴾ مقدم معلول اور تالی علت ہو جیسے **ان کان النهار موجودا فالشمس طالعة**۔

﴿۳﴾ مقدم اور تالی دونوں معلول ہوں کسی اور علت کے جیسے **ان کان النهار موجودا فالعالم مضیٔ** یہ دونوں معلول ہیں علت طلوع شمس ہے۔

﴿۴﴾ تضایف کا علاقہ ہو یعنی ایک چیز کا سمجھنا دوسری چیز کے سمجھنے پر موقوف ہو جیسے **ان کان زید ابا لعمرو فالعمرو ابنه** یہاں ایک چیز کا سمجھنا دوسری پیز کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

اتفاقیہ:۔ وہ ہے جس میں مقدم اور تالی کے درمیان چار علاقوں میں سے کوئی ایک علاقہ (تعلق) نہ پایا جائے جیسے **ان کان الانسان ناطقاً فالحمار ناهق** (اگر انسان ناطق ہے تو گدھا ناہق ہے)

قضیہ شرطیہ منفصلہ کی بھی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ عنادیہ ﴿۲﴾ اتفاقیہ۔

عنادیہ:۔ وہ ہے کہ جس میں دو چیزوں کے درمیان اختلاف ذات کے تقاضے کی وجہ سے ہو جیسے **هذا العدد اما زوج او فرد** (یہ عدد جفت ہے یا طاق ہے)

اتفاقیہ:۔ وہ ہے کہ دو قضیوں کی ذات جدائی کا تقاضا نہ کرے بلکہ ان میں اتفاقاً جدائی ہو گئی ہو جیسے **زید اما کاتب و اما ظالم** (زید کاتب ہے یا ظالم ہے)

وجوہات تسمیہ: قضیہ:۔ اس کا معنی ہے حکم کیا ہوا اور اس میں بھی قائل پر سچ یا جھوٹ کا حکم لگایا جاتا ہے۔

حملیہ:۔ یہ حمل سے ہے جس کا معنی ہے دو چیزوں کو ایک کرنا یا ایک چیز کو دوسری چیز پر لادنا اور اس میں بھی دو مفردوں کو ایک کیا جاتا ہے یا ایک کو دوسرے پر لادا جاتا ہے۔ **شرطیہ:**۔ یہ قضیہ نحویوں کے جملہ شرطیہ کی طرح ہوتا ہے اس لئے اس کو شرطیہ کہتے ہیں۔ **موضوع:**۔ وضع سے ہے اس کا معنی ہے رکھا ہوا اور اس کو بھی محمول کیلئے رکھا جاتا ہے۔ **محمول:**۔ اس کا معنی ہے لادا ہوا اور یہ بھی موضوع پر لادا ہوا ہوتا ہے۔

سالبہ:۔ سلب سے ہے اس کا معنی ہے نفی کرنا اور اس میں بھی کسی چیز کی نفی کی جاتی ہے۔ **موجبہ:**۔ ایجاب

سے ہے اس کا معنی ہے ثابت کرنا اور اس میں بھی ثبوت کا حکم لگایا جاتا ہے۔

مخصوصہ، شخصیہ:۔ چونکہ اس میں بھی موضوع مخصوص، معین و مشخص ہوتا ہے۔ **طبعیہ:۔** کیونکہ اس میں حکم موضوع کی طبعیت پر ہوتا ہے۔ **مہملہ:۔** یہ اہمال سے ہے اہمال کا معنی ہوتا ہے بیکار چھوڑ دینا اور اس میں بھی کلیت و جزئیت کو بیان کرنے سے بیکار چھوڑ دیا جاتا ہے۔ **محصورہ:۔** یہ حصر سے ہے اور حصر کا معنی ہے بند کرنا اس میں بھی حکم کلیت یا جزئیت میں بند کیا ہوا ہوتا ہے۔ **کلیہ:۔** کیونکہ اس میں حکم کل افراد پر لگتا ہے۔ **جزئیہ:۔** کیونکہ اس میں حکم بعض افراد پر لگتا ہے۔ **سور:۔** یہ اصل میں سور البلد سے ماخوذ ہے سور البلد شہر کے ارد گرد والی دیوار کو کہتے ہیں جو شہر کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے، تو چونکہ یہ الفاظ بھی کلیت و جزئیت کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان کو سور کہا جاتا ہے۔ **مقدم:۔** کیونکہ یہ تالی سے پہلے ہوتا ہے۔

تالی:۔ تالی تلو سے ہے اور تلو کا معنی ہے تابع ہونا یا پیچھے لگنا اور یہ بھی مقدم کے پیچھے ہوتا ہے۔

متصلہ:۔ کیونکہ اس میں دو قضیوں کے درمیان اتصال ہوتا ہے۔ **منفصلہ:۔** کیونکہ اس میں دو قضیوں کے درمیان انفصال ہوتا ہے۔ **لزومیہ:۔** کیونکہ اس میں مقدم اور تالی کے درمیان لزوم والا تعلق ہوتا ہے۔

اتفاقیہ:۔ کیونکہ اس میں دو قضیے اتفاقا اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ **عنادیہ:۔** یہ عناد سے ہے اس کا معنی ہوتا ہے دشمنی۔ اس میں بھی دو قضیے آپس میں ذاتی طور پر جدائی کا تقاضا کرتے ہیں۔ **اتفاقیہ:۔** کیونکہ اس میں دو قضیے اتفاقا جدا ہو جاتے ہیں۔

وَالْمُنْفَصِلَةُ اِمَّا حَقِيْقِيَّةٌ كَقَوْلِنَا اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ اَوْ فَرْدٌ وَهُوَ مَا نِعَةُ الْجَمْعِ وَالْخُلُوِّ مَعًا وَاِمَّا مَانِعَةُ الْجَمْعِ فَقَطْ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ هٰذَا الشَّیْءُ حَجَرًا اَوْ شَجَرًا وَاِمَّا مَانِعَةُ الْخُلُوِّ فَقَطْ كَقَوْلِنَا اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ زَيْدٌ فِی الْبَحْرِ وَاِمَّا اَنْ لَّا يَغْرِقَ۔

ترجمہ:۔ اور منفصلہ یا تو حقیقیہ ہوگا جیسے ہمارا قول العدد الخ اور یہ بیک وقت مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو ہوتا ہے۔ اور یا وہ صرف مانعۃ الجمع ہوگا جیسے ہمارا قول اما ان یکون ھذا الخ (یہ شی یا پتھر ہے یا درخت ہے) اور یا وہ صرف مانعۃ الخلو ہوگا جیسے ہمارا قول اما ان یکون زید الخ (زید یا تو دریا میں ہے یا غرق نہیں ہوا)

تشریح:۔ قضیہ منفصلہ چاہے اتفاقیہ ہو یا عنادیہ اس کی تین قسمیں ہیں ﴿۱﴾ حقیقیہ ﴿۲﴾ مانعۃ الجمع ﴿۳﴾ مانعۃ الخلو۔

حقیقیہ:۔ وہ ہے کہ مقدم اور تالی کے درمیان ایسی جدائی ہو کہ دونوں نسبتوں کا جمع ہونا بھی مُحال ہو اور ان کا

اٹھ جانا بھی مُحال ہو یعنی ان دو میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہو جیسے **هذا العدد اما زوج او فرد** زوج اور فرد دونوں کسی ایک عدد میں اکٹھے بھی نہیں ہو سکتے اور دونوں کسی عدد سے اٹھ بھی نہیں سکتے کیونکہ ہر عدد یا تو زوج ہوگا یا فرد یعنی زوجیت اور فردیت کا عدد سے ارتفاع واجتماع دونوں مُحال ہیں۔

مانعۃ الجمع: ۔مقدم اور تالی کے درمیان سچے آنے میں جدائی ہو یعنی دونوں اکٹھے نہ ہو سکیں البتہ دونوں اٹھ سکیں جیسے **هذاالشئ اما شجر واما حجر** (یہ شی یا درخت ہے یا پتھر ہے) اب یہاں شجر اور حجر ایک چیز میں اکٹھے تو نہیں ہو سکتے البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز نہ شجر ہو نہ حجر ہو بلکہ کوئی اور شی مثلاً کتاب ہو۔

مانعۃ الخلو: ۔مقدم اور تالی کے درمیان صرف جھوٹے ہونے (اٹھ جانے) میں جدائی ہو یعنی دونوں ایک جگہ جمع تو ہو سکیں مگر اٹھ نہ سکیں جیسے **اما ان یکون زید فی البحر واما ان لایغرق** (زید دریا میں ہے یا ڈوب نہیں رہا) اس مثال میں دو چیزوں کا ایک جگہ جمع ہونا مُحال نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ زید دریا میں ہو اور ڈوب نہ رہا ہو البتہ ان دونوں کا ارتفاع (اٹھ جانا) مُحال ہے کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ زید دریا میں نہ ہو اور ڈوب رہا ہو کیونکہ ڈوبنے کا تحقق بغیر دریا کے نہیں ہو سکتا۔

وَقَدْ يَكُوْنُ الْمُنْفَصِلاَتُ ذَاتَ اَجْزَاءٍ كَقَوْلِنَا هٰذَا الْعَدَدُ اِمَّا زَائِدٌ اَوْ نَاقِصٌ اَوْ مُسَاوٍ

ترجمہ: ۔اور کبھی قضایا منفصلہ چند اجزاء والے ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول **هٰذا العدد** الخ (یہ عدد زائد ہے یا ناقص ہے یا مساوی ہے)

تشریح: ۔ہم نے اب تک جتنی بھی مثالیں قضیہ شرطیہ کی پڑھی ہیں ان میں فقط دو قضیے تھے کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ قضیہ شرطیہ دو سے زائد قضیوں سے مل کر بنے؟ اس عبارت میں مصنفؒ بتا رہے ہیں کہ ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ قضیہ شرطیہ دو سے زائد قضیوں سے مل کر بنے جیسے **هذا العدد اما زائد او ناقص او مساو** یہاں تین قضیوں سے مل کر قضیہ شرطیہ بن رہا ہے۔

فائدہ: ۔عدد اس ہندسے کو کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے اور بعد والے ہندسے کو جمع کیا جائے تو یہ مجموعہ اس ہندسے سے دوگنا ہو جائے جیسے دو سے پہلے ایک ہے اور دو کے بعد تین ہے اگر ہم ایک اور تین کو جمع کریں تو یہ چار ہو جائے گا جو کہ دو سے دوگنا ہے اس سے ثابت ہوا کہ دو عدد ہے۔

اگر کسی عدد کے عادوں (تقسیم کرنیوالے ہندسوں) کا مجموعہ اس عدد کے برابر ہو تو اسے مساوی کہتے ہیں، اگر زیادہ ہو تو اس کو زائد کہتے ہیں، اگر ان ہندسوں کا مجموعہ اس سے کم ہو تو اس کو ناقص کہتے ہیں۔

جیسے $\overset{٦}{\text{چھ}}$ کے عاد ۱، ۲ اور ۳ ہیں (کیونکہ $\overset{٦}{\text{چھ}}$ ۱، ۲ اور ۳ پر پورا پورا تقسیم ہوتا ہے) اور انکا مجموعہ $\overset{٦}{\text{چھ}}$ بنتا ہے لہذا $\overset{٦}{\text{چھ}}$ مساوی عدد ہے۔ اور ۱۲ کے عاد ۱، ۲، ۳، ۴ اور ۶ ہیں اور ان کا مجموعہ $\overset{١٦}{\text{سولہ}}$ ہو جاتا ہے جو کہ ۱۲ سے زائد ہے لہذا ''۱۲'' عدد زائد ہے۔ اور ۸ کے عاد ۱، ۲ اور ۴ ہیں جن کا مجموعہ ۷ ہوتا ہے جو ۸ سے کم ہے تو ۸ ناقص عدد ہے۔ (کمافی یکروزی والکافی)

﴿التناقض﴾

وَهُوَ اِخْتِلَافُ الْقَضِيَّتَيْنِ بِالْاِيْجَابِ وَالسَّلْبِ بِحَيْثُ يَقْتَضِيْ لِذَاتِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدُهُمَا صَادِقَةً وَالْاُخْرٰى كَاذِبَةً كَقَوْلِنَا زَيْدٌ كَاتِبٌ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِكَاتِبٍ وَلَا يَتَحَقَّقُ ذٰلِكَ الْاِخْتِلَافُ فِي الْمَخْصُوْصَتَيْنِ اِلَّا بَعْدَ اِتِّفَاقِهِمَا فِي الْمَوْضُوْعِ وَالْمَحْمُوْلِ وَالزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَالْاِضَافَةِ وَالْقُوَّةِ وَالْفِعْلِ وَالْجُزْءِ وَالْكُلِّ وَالشَّرْطِ فَنَقِيْضُ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ اِنَّمَا هِيَ السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَبَعْضُ الْاِنْسَانِ لَيْسَ بِحَيْوَانٍ وَنَقِيْضُ السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ اِنَّمَا هِيَ الْمُوْجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ كَقَوْلِنَا لَا شَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَيْوَانٍ وَبَعْضُ الْاِنْسَانِ حَيْوَانٌ۔

ترجمہ: ۔ تناقض: وہ مختلف ہونا ہے دو قضیوں کا ایجاب اور سلب کے ساتھ اس طرح کہ وہ اختلاف اپنی ذات کی وجہ سے اس بات کا تقاضا کرے کہ ان میں سے ایک سچا اور دوسرا جھوٹا ہو جیسے ہمارا قول زید کاتب اور زید لیس بکاتب۔ اور یہ اختلاف دو قضیہ مخصوصہ میں ثابت نہیں ہوگا مگر بعد اس کے کہ وہ دونوں متفق ہوں موضوع محمول، زمان، مکان، اضافت، قوۃ و فعل، جزء و کل اور شرط میں۔ پس موجبہ کلیہ کی نقیض سوا اس کے نہیں سالبہ جزئیہ ہوگی جیسے ہمارا قول کل انسان الخ اور سالبہ کلیہ کی نقیض سوا اس کے نہیں موجبہ جزئیہ ہوگی جیسے ہمارا قول لا شیٔ من الانسان الخ۔

تشریح: ۔ قضایا کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب قضایا کے احکامات یعنی تناقض اور عکس مستوی کا بیان شروع کر رہے ہیں، ان میں سے پہلے تناقض کی تفصیل یہاں سے مصنفؒ شروع فرما رہے ہیں۔

تناقض: ۔ تناقض کا لغوی معنی ہے اختلاف کرنا اور اصطلاح میں تناقض دو قضیوں میں ایجاب اور سلب کے اختلاف کو کہتے ہیں اس طرح کہ یہ اختلاف ذاتی طور پر تقاضا کرے کہ ان میں سے ایک قضیہ سچا اور دوسرا

جھوٹا ہو۔ جیسے **زید قائم** اور **زید لیس بقائم**۔

فوائد قیود: اختلاف میں ہر قسم کا اختلاف شامل تھا مگر جب **قضیتین** کی قید لگائی گئی تو اس سے وہ اختلاف نکل گیا جو دو مفردوں یا ایک مفرد اور ایک قضیے کے درمیان ہو **بالایجاب و السلب** کی قید سے وہ اختلافات نکل گئے جو صرف ایجاب یا صرف سلب کی صورت میں ہوتے ہیں اور **بحیث یقتضی الخ** کی قید سے وہ اختلافات نکل گئے جن کی ذات جدائی کا تقاضا نہیں کرتی، اب یہ تعریف جامع مانع ہوگئی۔

الحاصل: منطقیوں کے تناقض میں تین شرطیں ہوتی ہیں ﴿۱﴾ دو قضیوں میں اختلاف ہو: اگر دو مفردوں میں اختلاف ہے تو پھر تناقض نہیں ہوگا جیسے زید اور عمر کے درمیان اختلاف ہے۔ ﴿۲﴾ ایجاب اور سلب کے اعتبار سے اختلاف ہو: اگر ایجاب اور سلب میں اختلاف نہیں ہے تو یہ تناقض نہیں ہوگا جیسے **کل انسان کاتب و کل انسان حجر** ﴿۳﴾ اختلاف ذاتی طور پر اس چیز کا تقاضا کرے کہ ایک سچا اور دوسرا جھوٹا ہو اگر اختلاف ذاتی طور پر اس طرح کا تقاضا نہیں کرتا تو تناقض نہیں ہوگا جیسے **کل انسان حمار و لاشئ من الانسان بحجر**۔ اس تیسری شرط کے متحقق ہونے کیلئے پھر آٹھ شرائط کا ہونا ضروری ہے، دونوں قضیوں کے درمیان اگر ان آٹھ چیزوں میں مطابقت ہوگی تو تناقض متحقق ہوگا ورنہ نہیں۔ ان کو وحدات ثمانیہ کہتے ہیں جن کو مندرجہ ذیل شعر میں بند کیا گیا ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں   وحدت موضوع ومحمول ومکان
وحدت شرط واضافت جزء وکل   قوت وفعل است در آخر زمان

ان آٹھ شرائط کی تفصیل بمعہ امثلہ احترازی اگلے صفحہ پر نقشے میں ملاحظہ کریں۔

☆نقشہ امثلہ احترازی☆

نمبر	شرائط	امثلہ احترازی (جن میں شرط نہ پائے جانے کی بنا پر تناقض نہیں ہے)
۱	موضوع ایک ہو	پہلا قضیہ زید کاتب دوسرا قضیہ عمرو لیس بکاتب
۲	محمول ایک ہو	پہلا قضیہ زید قائم دوسرا قضیہ زید لیس بقاعد
۳	مکان ایک ہو	پہلا قضیہ زید موجود فی الدار دوسرا قضیہ زید لیس بموجود فی السوق
۴	شرط ایک ہو	پہلا قضیہ زید متحرک الاصابع ای بشرط کونہ کاتبا دوسرا قضیہ زید لیس بمتحرک الاصابع ای بشرط کونہ غیر کاتب
۵	اضافت میں وحدت ہو	پہلا قضیہ زید اب لعمرو دوسرا قضیہ زید لیس باب لبکر
۶	جزء وکل میں وحدت ہو	پہلا قضیہ الزنجی اسود ای کلہ دوسرا قضیہ الزنجی لیس باسود ای بعضہ
۷	قوت وفعل میں وحدت ہو	پہلا قضیہ الخمر فی الدن مسکر بالقوۃ دوسرا قضیہ الخمر فی الدن لیس بمسکر بالفعل
۸	زمانہ ایک ہو	پہلا قضیہ زید نائم ای فی اللیل دوسرا قضیہ زید لیس بنائم ای فی النہار

اعتراض:۔ آپ نے کہا اگر یہ آٹھ وحدتیں پائی جائیں گی تو تناقض ہوگا ورنہ نہیں ہوگا حالانکہ ان کے علاوہ بھی کئی چیزیں ہیں جن کے بغیر تناقض نہیں ہوتا مثلاً آلہ ایک ہو ورنہ تناقض نہ ہوگا جیسے زید کاتب بالقلم الباکستانی وزید لیس بکاتب بالقلم الترکی ۔اسی طرح علت ایک ہو ورنہ تناقض نہ ہوگا جیسے النجار عامل ای للسلطان والنجار لیس بعامل ای لزید وغیرہ، تو انکو مصنفؒ نے کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب: جو اہم اہم شرائط ہیں انکو ذکر کر دیا اور باقی کو مخاطب کے فہم اور ذہن پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیا

فائدہ:۔ بعض منطقیوں کا مذہب یہ ہے کہ تناقض کیلئے فقط تین شرائط ہیں (۱) موضوع ایک ہو (۲) محمول ایک ہو (۳) نسبت حکمیہ ایک ہو۔ اور اس نسبت حکمیہ میں باقی تمام وحدتیں داخل ہو جاتی ہیں۔

وَالْمَحْصُوْرَتَانِ لَا يَتَحَقَّقُ التَّنَاقُضُ بَيْنَهُمَا اِلَّا بَعْدَ اِخْتِلَافِهِمَا فِي الْكُلِّيَّةِ وَالْجُزْئِيَّةِ لِاَنَّ الْكُلِّيَّتَيْنِ قَدْ تَكْذِبَانِ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبٌ وَلَا شَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِكَاتِبٍ وَالْجُزْئِيَّتَيْنِ قَدْ تَصْدُقَانِ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْاِنْسَانِ كَاتِبٌ وَبَعْضُ الْاِنْسَانِ لَيْسَ بِكَاتِبٍ۔

ترجمہ:۔ اور دو محصورہ میں تناقض ثابت نہیں ہوگا مگر بعد اس کے کہ وہ دونوں کلیت و جزئیت میں مختلف ہوں اس لئے کہ دو کلیے کبھی جھوٹے ہو جاتے ہیں جیسے ہمارا قول **کل انسان** الخ اور دو جزیئے کبھی سچے ہو جاتے ہیں جیسے ہمارا قول **بعض الانسان** الخ۔

تشریح:۔ قضیہ محصورہ میں تناقض کے لئے آٹھ شرائط۔ کے ساتھ ساتھ ایک اور شرط کا ہونا بھی لازمی ہے وہ یہ کہ دونوں قضیے کلیت و جزئیت میں بھی مختلف ہوں، دونوں کلیہ ہوں یا دونوں جزئیہ ہوں تو ان کے درمیان تناقض نہیں ہوگا کیونکہ دونوں کلیہ ہوں تو کبھی دونوں جھوٹے ہو جاتے ہیں جیسے **کل انسان کاتب ولا شیٔ من الانسان بکاتب** اور دونوں جزئیہ ہوں تو کبھی دونوں سچے ہو جاتے ہیں جیسے **بعض الانسان کاتب وبعض الانسان لیس بکاتب** حالانکہ تناقض میں یہ شرط ہے کہ ایک قضیہ سچا ہو اور دوسرا جھوٹا ہو دونوں سچے یا دونوں جھوٹے ہوں تو تناقض نہیں ہوتا۔ لھٰذا موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آئیگی اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ آئے گی۔

فائدہ:۔ تناقض کے دونوں قضیوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی نقیض کہتے ہیں۔ ارتفاع نقیضین (دونوں نقیضوں کا اٹھ جانا) مُحال ہے، اسی طرح اجتماع نقیضین (دونوں نقیضوں کا جمع ہونا) بھی مُحال ہے۔

﴿اَلْعَكْسُ﴾

هُوَ تَصْيِيْرُ الْمَوْضُوْعِ مَحْمُوْلًا وَالْمَحْمُوْلِ مَوْضُوْعًا مَعَ بَقَاءِ الْاِيْجَابِ وَالسَّلْبِ وَالصِّدْقِ وَالْكِذْبِ بِحَالِهٖ وَالْمُوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ لَا تَنْعَكِسُ كُلِّيَّةً اِذْ يَصْدُقُ قَوْلُنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَلَا يَصْدُقُ كُلُّ حَيْوَانٍ اِنْسَانٌ بَلْ تَنْعَكِسُ جُزْئِيَّةً لِاَنَّا اِذَا قُلْنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيْوَانٌ يَصْدُقُ قَوْلُنَا بَعْضُ الْحَيْوَانِ اِنْسَانٌ فَاِنَّا نَجِدُ الْمَوْضُوْعَ مَوْصُوْفًا بِالْاِنْسَانِ وَالْحَيْوَانِ فَيَكُوْنُ اِنْسَانًا وَالْمُوْجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ تَنْعَكِسُ جُزْئِيَّةً بِهٰذِهِ الْحُجَّةِ اَيْضًا وَالسَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ تَنْعَكِسُ كُلِّيَّةً وَذٰلِكَ بَيِّنٌ بِنَفْسِهٖ فَاِنَّهٗ اِذَا صَدَقَ لَا شَئَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ يَصْدُقُ لَا شَئَ مِنَ الْحَجَرِ بِاِنْسَانٍ وَالسَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ لَا تَنْعَكِسُ لُزُوْمًا لِاَنَّهٗ يَصْدُقُ بَعْضُ الْحَيْوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ وَلَا يَصْدُقُ عَكْسُهٗ۔

ترجمہ: ۔عکس: وہ بنا دینا ہے موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع ایجاب وسلب اور صدق وکذب کو اپنی حالت پر باقی رکھنے کے ساتھ۔ اور موجبہ کلیہ کا عکس کلیہ نہیں آئے گا کیونکہ سچا آئے گا ہمارا قول کل انسان حیوان اور نہیں سچا آئیگا کل حیوان انسان بلکہ اس (موجبہ کلیہ) کا عکس جزئیہ آئے گا کیونکہ جب ہم کہیں گے کل انسان حیوان تو سچا آئے گا ہمارا قول بعض الحیوان انسان کیونکہ ہم موضوع کو انسان اور حیوان کے ساتھ موصوف پاتے ہیں پس وہ انسان ہوگا۔ اور موجبہ جزئیہ کا عکس بھی جزئیہ آئیگا اسی دلیل کے ساتھ۔

اور سالبہ کلیہ کا عکس کلیہ آئیگا اور یہ بالکل واضح ہے پس بلاشبہ جب سچا آئے گا لاشئ من الانسان بحجر تو سچا آئے گا لاشئ من الحجر بانسان۔ اور سالبہ جزئیہ کا عکس لازمی طور پر نہیں آتا کیونکہ سچا آئیگا بعض الحیوان لیس بانسان اور اس کا عکس سچا نہیں آئیگا۔

تشریح: ۔اس عبارت میں مصنفؒ عکس مستوی کو بیان کر رہے ہیں۔

عکس مستوی: ۔قضیہ کے موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع بنا دینا اس طرح کہ ایجاب وسلب اور صدق اسی طرح باقی رہے۔ یعنی اگر پہلے قضیہ موجبہ تھا تو عکس بھی موجبہ ہو، اگر پہلے قضیہ سالبہ تھا تو عکس بھی سالبہ ہو۔ اسی طرح اگر پہلے قضیہ سچا تھا تو عکس بھی سچا ہو۔

فائدہ ﴿۱﴾: ۔ یہاں پر مصنفؒ سے ایک تسامح ہوگیا ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ صدق اور کذب دونوں کا

بقاء ضروری ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ صدق کے بقاء کی شرط لگانا تو صحیح ہے مگر کذب کے بقاء کی شرط لگانا ٹھیک نہیں کیونکہ بعض اوقات پہلے قضیہ جھوٹا ہوتا ہے اور عکس سچا ہو جاتا ہے جیسے **کل حیوان انسان** یہ جھوٹا ہے اور اس کا عکس **بعض الانسان حیوان** سچا ہے لہذا بقاء کذب کی شرط مصنفؒ نے بھول کر لگائی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عکس قضیے کو لازم ہوتا ہے قضیہ ملزوم ہوتا ہے اور ملزوم کا صدق لازم کے صدق کو چاہتا ہے اس لئے اصل قضیہ اگر سچا ہے تو عکس کا سچا ہونا بھی ضروری ہے لیکن انتفاء ملزوم سے انتفاء لازم ضروری نہیں کیونکہ لازم کبھی ملزوم کے بغیر بھی پایا جاتا ہے لہٰذا اگر اصل جھوٹا ہے تو عکس کا جھوٹا ہونا ضروری نہیں۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ بڑی کتابوں میں آئے گی۔

فائدہ ﴿۲﴾: ۔ مصنفؒ کی یہ تعریف اعلیٰ درجہ کی نہیں ہے کیونکہ موضوع اور محمول تو فقط قضیہ حملیہ میں ہوتے ہیں قضیہ شرطیہ میں تو مقدم اور تالی ہوتے ہیں لھذا قضیہ شرطیہ کے عکس مستوی پر یہ تعریف سچی نہیں آتی اسلئے زیادہ بہتر تعریف وہ ہے جو علامہ تفتازانیؒ نے تہذیب میں کی ہے ”**ھو تبدیل طرفی القضیۃ مع بقاء الایجاب والسلب والصدق** “ (قضیہ کے دونوں طرفوں کو تبدیل کرنا ایجاب وسلب اور صدق کے باقی رہنے کے ساتھ) طرفوں کو تبدیل کرنے میں مقدم اور تالی بھی داخل ہو جاتے ہیں۔

محصورات اربعہ کا عکس: ۔ ﴿۱﴾ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے موجبہ کلیہ نہیں آتا کیونکہ جس قضیہ میں موضوع اخص مطلق اور محمول اعم مطلق ہو وہاں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ بنایا جائے تو غلط آتا ہے جیسے **کل انسان حیوان** کا عکس موجبہ کلیہ **کل حیوان انسان** غلط ہے۔ اس لئے موجبہ جزئیہ عکس آئے گا کیونکہ جب محمول موضوع کے ہر ہر فرد کیلئے ثابت ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ موضوع کی محمول کے ساتھ بعض چیزوں میں یقیناً شرکت ہے لھذا ہم محمول کے بعض افراد کیلئے موضوع کو بھی ثابت کر سکتے ہیں جیسے **کل انسان حیوان** کا عکس **بعض الحیوان انسان** آئے گا ﴿۲﴾ موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آئے گا کیونکہ جب ہم موضوع کے بعض افراد کیلئے محمول کو ثابت کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ محمول کے بعض افراد کیلئے موضوع بھی ثابت ہے جیسے **بعض الحیوان انسان** کا عکس **بعض الانسان حیوان** آئے گا۔

﴿۳﴾ سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ ہی آتا ہے کیونکہ جب ہم موضوع کے ہر ہر فرد سے محمول کی نفی کر رہے ہیں تو محمول کے ہر ہر فرد سے موضوع کی بھی نفی کر سکتے ہیں جیسے **لاشئ من الانسان بحجر** کا عکس **لا شئ من الحجر بانسان** آئے گا۔ ﴿۴﴾ سالبہ جزئیہ کا عکس لازمی طور پر نہیں آتا کبھی صحیح آتا ہے کبھی نہیں آتا،

اس وقت صحیح آتا ہے جب قضیہ کے موضوع اور محمول میں نسبت تباین یا عموم خصوص من وجہ کی ہو جیسے **بعض الفرس لیس بانسان** کا عکس **بعض الانسان لیس بفرس** اور **بعض الحیون لیس باسود** کا عکس **بعض الاسود لیس بحیوان** آئے گا۔ اور اگر موضوع محمول میں نسبت تباین یا عموم خصوص من وجہ کی نہ ہو تو عکس مستوی صحیح نہیں آتا جیسے **بعض الحیوان لیس بانسان** سچا ہے لیکن اس کا عکس **بعض الانسان لیس بحیوان** جھوٹا ہے۔ اور منطقی قواعد چونکہ کلی ہوتے ہیں اس لئے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں۔

اَلْقِیَاسُ

قَوْلٌ مُؤَلَّفٌ مِنْ اَقْوَالٍ مَتٰی سُلِّمَتْ لَزِمَ عَنْهَا لِذَاتِهَا قَوْلٌ اٰخَرُ وَهُوَ اِمَّا اِقْتِرَانِیٌّ کَقَوْلِنَا کُلُّ جِسْمٍ مُرَکَّبٌ وَکُلُّ مُرَکَّبٍ مُحْدَثٌ فَکُلُّ جِسْمٍ مُحْدَثٌ وَاِمَّا اِسْتِثْنَائِیٌّ کَقَوْلِنَا اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَلٰکِنَّ النَّهَارَ لَیْسَ بِمَوْجُوْدٍ فَالشَّمْسُ لَیْسَتْ بِطَالِعَةٍ وَالْمُکَرَّرُ بَیْنَ مُقَدَّمَتَیِ الْقِیَاسِ فَصَاعِدًا یُسَمّٰی حَدًّا اَوْسَطَ وَمَوْضُوْعُ الْمَطْلُوْبِ یُسَمّٰی حَدًّا اَصْغَرَ وَمَحْمُوْلُهٗ یُسَمّٰی حَدًّا اَکْبَرَ وَالْمُقَدَّمَةُ الَّتِیْ فِیْهَا الْاَصْغَرُ یُسَمّٰی الصُّغْرٰی وَالَّتِیْ فِیْهَا الْاَکْبَرُ یُسَمّٰی الْکُبْرٰی وَهَیْأَةُ التَّالِیْفِ مِنَ الصُّغْرٰی وَالْکُبْرٰی یُسَمّٰی شَکْلًا۔

ترجمہ:۔ قیاس: وہ قول ہے جو ایسے چند اقوال سے مرکب ہو کہ جب ان کو تسلیم کرلیا جائے تو لازم آئے ان (اقوال) سے ان کی ذات کی وجہ سے ایک دوسرا قول۔ اور وہ (قیاس) یا تو اقترانی ہوگا جیسے ہمارا قول **کل جسم** الخ (ہر جسم مرکب ہے اور ہر مرکب حادث ہے پس ہر جسم حادث ہے) اور یا استثنائی ہوگا جیسے ہمارا قول **ان کانت الشمس** الخ (اگر سورج طلوع ہونے والا ہے تو دن موجود ہے لیکن دن موجود نہیں پس سورج طلوع ہونے والا نہیں) اور جو چیز قیاس کے دو یا دو سے زیادہ مقدموں کے درمیان تکرار کے ساتھ آئے اس کا نام حد اوسط رکھا جاتا ہے۔ اور مطلوب (نتیجہ) کے موضوع کا نام حد اصغر اور اس (نتیجہ) کے محمول کا نام حد اکبر رکھا جاتا ہے۔ اور وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو اس کا نام صغریٰ اور وہ مقدمہ جس میں اکبر ہو اس کا نام کبریٰ رکھا جاتا ہے۔ اور صغریٰ و کبریٰ سے مرکب کرنے کی کیفیت وصورت کا نام شکل رکھا جاتا ہے۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ مقصد ثانی حجت کو ذکر کر رہے ہیں، حجت کی تین قسمیں ہیں قیاس، استقراء اور تمثیل۔ چونکہ ان میں سے سب سے اہم قیاس ہے اسلئے اس مختصر رسالہ میں صرف اسی کو ذکر کریں گے۔

سوال:۔ مصنفؒ نے حجت کی بقیہ دو قسموں استقراء اور تمثیل کو بیان کیوں نہیں کیا؟

جواب﴿۱﴾:۔ مصنفؒ نے اس سوال کا جواب شروع میں **ف فهذه رسالة** سے دے دیا ہے کہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے اور اس میں فقط اہم اشیاء کا ذکر کیا جائے گا، اور ان تینوں میں سے بھی قیاس سب سے اہم ہے۔

جواب﴿۲﴾:۔ استقراء اور تمثیل یقین کا فائدہ نہیں دیتے اس لئے ان کو ذکر نہیں کیا۔

جواب﴿۳﴾:۔ استقراء اور تمثیل کا زیادہ تعلق فقہ کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے یہاں ان کو ذکر نہیں کیا۔

تعریف قیاس:۔ **هو قول مؤلف من اقوال متى سلمت لزم عنها لذاتها قول آخر** جیسے جب ہم دو قضیوں **کل جسم مرکب و کل مرکب محدث** کو مان لیں تو ایک تیسرا قضیہ **کل جسم محدث** ماننا پڑتا ہے۔

فوائدِ قیود:۔ قول بمنزلِ جنس کے ہے اس میں ہر قسم کے اقوال داخل ہیں۔ **مؤلف من اقوال** پہلی فصل ہے اس سے قضیہ خارج ہو گیا کیونکہ وہ کئی اقوال سے مرکب نہیں ہوتا۔ **متى سلمت الخ** دوسری فصل ہے اس سے وہ قضایا خارج ہو گئے جن کی ذات کسی دوسرے قضیے کو ماننے کا تقاضا نہیں کرتی جیسے (صغریٰ) ا مساوِ لب (کبریٰ) ب مساوِ لج (نتیجہ) ا مساوِ لج اس قضیے کی ذات یہ تقاضا نہیں کرتی کہ تیسرے قضیے کو مانا جائے بلکہ ایک ضابطے کے تحت یہ نتیجہ نکلا ہے، وہ ضابطہ یہ ہے کہ مساوی کا مساوی مساوی ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر ذات یہ تقاضا کرتی تو ہر جگہ نتیجہ ایسا ہی آتا حالانکہ ایسا نہیں ہے مثلاً انسان فرس کے مباین ہے اور فرس ناطق کے مباین ہے اس کا نتیجہ ''انسان ناطق کے مباین ہے'' غلط ہے۔ گویا کہ مصنفؒ نے **متى سلمت الخ** سے قیاس مساوات کو خارج کیا۔

اشکال:۔ اقوال جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قیاس فقط تین یا تین سے زائد قضایا سے بن سکتا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ قیاس تو دو قضیوں سے بھی مل کر بنتا ہے؟

جواب:۔ مناطقہ کے ہاں مافوق الواحد (ایک سے اوپر) کو بھی جمع کہا جاتا ہے تثنیہ تو فقط عربی زبان میں ہوتا ہے، یہاں اصطلاح مناطقہ کا اعتبار ہوگا اصطلاح عرب کا نہیں۔

اقسامِ قیاس:۔ قیاس کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ قیاس استثنائی ﴿۲﴾ قیاس اقترانی۔

قیاس استثنائی: ۔ جس میں پہلا قضیہ شرطیہ ہو، دوسرے قضیے سے پہلے حرف لکن ہو اور نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ اس میں پہلے سے موجود ہو جیسے (صغری) ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود (کبری) لکن النهار موجود (نتیجہ) فالشمس طالعة۔

قیاس اقترانی: ۔ جس میں یہ تینوں شرطیں نہ پائی جائیں یعنی دونوں قضیے حملیہ ہوں، دوسرے قضیے سے پہلے حرف لکن نہ ہو اور نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ اس میں مذکور نہ ہو جیسے (صغری) کل جسم مرکب (کبری) کل مرکب حادث (نتیجہ) کل جسم حادث۔

قیاس کے دو مقدموں کو ماننے کے بعد جو تیسرا مقدمہ ماننا پڑتا ہے اس کو نتیجہ کہتے ہیں، نتیجہ کے موضوع کو اصغر اور نتیجہ کے محمول کو اکبر کہتے ہیں، قیاس کے جس مقدمہ میں اصغر پایا جائے اسے صغریٰ اور جس مقدمہ میں اکبر پایا جائے اسے کبریٰ کہتے ہیں، جو لفظ اصغر اور اکبر کے علاوہ تکرار کے ساتھ آئے اسے حد اوسط کہتے ہیں اور حد اوسط کی اصغر و اکبر کے ساتھ ملنے سے جو ہیئت اور صورت بنتی ہے اس کو شکل کہتے ہیں۔

وجوہات تسمیہ: استثنائی: ۔ کیونکہ اس میں حرف استثناء ہوتا ہے۔

اقترانی: ۔ یہ اقتران سے ہے اس کا معنی ہے ملا ہوا ہونا اور اس میں بھی حد اوسط ملی ہوئی ہوتی ہے۔

حد اوسط: ۔ کیونکہ اس کے افراد محمول و موضوع کی بنسبت درمیانے ہوتے ہیں یا اس لئے کہ سب سے بہتر شکل یعنی شکل اول میں یہ درمیان میں ہوتی ہے۔

اصغر: ۔ کیونکہ اس کے افراد بنسبت اکبر کے کم ہوتے ہیں۔

اکبر: ۔ کیونکہ اس کے افراد بنسبت اصغر کے زیادہ ہوتے ہیں۔

صغریٰ: ۔ کیونکہ اس میں نتیجہ کا موضوع یعنی اصغر ہوتا ہے۔

کبریٰ: ۔ کیونکہ اس میں نتیجے کا محمول یعنی اکبر ہوتا ہے۔

وَالْاَشْکَالُ اَرْبَعَۃٌ لِاَنَّ حَدَّ الْاَوْسَطِ اِنْ کَانَ مَحْمُوْلاً فِی الصُّغْرٰی وَمَوْضُوْعًا فِی الْکُبْرٰی فَھُوَ الشَّکْلُ الْاَوَّلُ وَاِنْ کَانَ مَحْمُوْلاً فِیْھِمَا فَھُوَ الشَّکْلُ الثَّانِیْ وَاِنْ کَانَ مَوْضُوْعًا فِیْھِمَا فَھُوَ الشَّکْلُ الثَّالِثُ وَاِنْ کَانَ مَوْضُوْعًا فِی الصُّغْرٰی وَمَحْمُوْلاً فِی الْکُبْرٰی فَھُوَ الشَّکْلُ الرَّابِعُ۔ وَالثَّانِیْ یَرْتَدُّ اِلَی الْاَوَّلِ بِعَکْسِ الْکُبْرٰی وَالثَّالِثُ یَرْتَدُّ اِلَیْہِ بِعَکْسِ الصُّغْرٰی وَالرَّابِعُ یَرْتَدُّ اِلَیْہِ بِعَکْسِ التَّرْتِیْبِ وَبِعَکْسِ الْمُقَدَّمَتَیْنِ وَبَدِیْھِیٌ

الْاِنْتَاجِ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالَّذِیْ لَہٗ عَقْلٌ سَلِیْمٌ وَطَبْعٌ مُسْتَقِیْمٌ لَا یَحْتَاجُ اِلٰی رَدِّ الثَّانِیْ اِلَی الْاَوَّلِ وَاِنَّمَا یُنْتِجُ الثَّانِیْ عِنْدَ اِخْتِلَافِ مُقَدَّمَتَیْہِ بِالْاِیْجَابِ وَالسَّلْبِ وَکُلِیَّۃِ الْکُبْرٰی۔

ترجمہ:۔ اور اشکال چار ہیں کیونکہ حد اوسط اگر صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہو تو وہ شکل اول ہے۔ اور اگر دونوں (صغریٰ و کبریٰ) میں محمول ہو تو وہ شکل ثانی ہے۔ اور اگر دونوں میں موضوع ہو تو وہ شکل ثالث ہے۔ اور اگر صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہو تو وہ شکل رابع ہے۔ اور شکل ثانی لوٹے گی شکل اول کی طرف کبریٰ کا عکس نکال کر، اور شکل ثالث لوٹے گی اس (شکل اول) کی طرف صغریٰ کا عکس نکال کر، اور شکل رابع لوٹے گی اس (شکل اول) کی طرف ترتیب کو الٹ کر اور دونوں مقدموں کا عکس نکال کر۔ اور بدیہی طور پر نتیجہ دینے والی شکل اول ہے۔ اور وہ آدمی جس کے پاس عقل سلیم اور طبع مستقیم ہو وہ شکل ثانی کو شکل اول کی طرف لوٹانے کا محتاج نہ ہوگا۔ اور سوا اس کے نہیں شکل ثانی اس وقت نتیجہ دے گی جب اس کے دو مقدمے ایجاب وسلب میں مختلف ہوں اور کبریٰ کلیہ ہو۔

تشریح:۔ شکلیں کل چار ہیں۔ ﴿۱﴾ شکل اول: جس میں حد اوسط صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہو ﴿۲﴾ شکل ثانی: جس میں حد اوسط دونوں (صغریٰ، کبریٰ) میں محمول ہو۔ ﴿۳﴾ شکل ثالث: جس میں حد اوسط دونوں میں موضوع ہو۔ ﴿۴﴾ شکل رابع: جس میں حد اوسط صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہو۔

فائدہ:۔ ان اشکال میں سے سب سے اعلیٰ اور افضل شکل اول ہے کیونکہ اسکا نتیجہ بدیہی ہوتا ہے اسکو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جس کی کچھ وضاحت آگے بھی ان شاء اللہ آ رہی ہے۔ اور باقی اشکال بدیہی نہیں ہوتیں بلکہ ان کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ نتیجہ کو ثابت کرنے کیلئے ان کو شکل اول کی طرف لوٹاتے ہیں یعنی شکل اول بنا کر نتیجہ نکالتے ہیں جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ انکا نتیجہ صحیح نکلا ہے یا نہیں۔

شکل ثانی کے نتیجہ کو جانچنے کیلئے اس کے کبریٰ کا عکس نکالتے ہیں جس سے وہ شکل اول بن جاتی ہے جیسے (شکل ثانی) **کل انسان حیوان ولا شئ من الحجر بحیوان** (نتیجہ) **لا شئ من الانسان بحجر** ۔ اس کو ثابت کرنے کیلئے اس کے کبریٰ کا عکس نکال کر شکل اول بنائیں پھر نتیجہ نکال کر دیکھیں جس سے پتہ چل جائے گا کہ اس کا نتیجہ درست ہے یا نہیں۔ کبریٰ کا عکس نکالنے کے بعد شکل اول اس طرح بنے گی **کل انسان حیوان ولاشئ من الحیوان بحجر** (نتیجہ) **لا شئ من الانسان بحجر** یہ نتیجہ وہی ہے جو شکل ثانی کا تھا معلوم ہوا کہ شکل ثانی کا نتیجہ صحیح تھا۔

شکل ثالث کو شکل اول بنانے کیلئے اس کے صغریٰ کا عکس نکالتے ہیں جیسے (شکل ثالث) کل انسان حیوان ولاشئ من الانسان بحجر (نتیجہ) بعض الحیوان لیس بحجر اس کے صغریٰ کا عکس نکال کر شکل اول کی طرف لوٹائیں تو یوں بنے گا (شکل اول) بعض الحیوان انسان و لا شئ من الانسان بحجر (نتیجہ) بعض الحیوان لیس بحجر شکل ثالث اور شکل اول کا نتیجہ ایک ہے لہذا شکل ثالث کا نتیجہ صحیح ہے۔

شکل رابع کو شکل اول کی طرف لوٹانے کے دو طریقے ہیں ﴿۱﴾ اس کی ترتیب الٹ دیں یعنی صغریٰ کو کبریٰ اور کبریٰ کو صغریٰ بنادیں پھر نتیجہ کا عکس نکال لیں مثلاً (شکل رابع) کل انسان حساس و کل ناطق انسان (نتیجہ) بعض الحساس ناطق۔ اس کے مقدمتین کو الٹنے کے بعد شکل اول اس طرح بنے گی کل ناطق انسان و کل انسان حساس (نتیجہ) کل ناطق حساس اس نتیجہ کا عکس نکلا بعض الحساس ناطق۔ یہ عکس اور شکل رابع کا نتیجہ ایک ہی ہے لہذا شکل رابع کا نتیجہ صحیح ہے۔

﴿۲﴾ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں کا عکس نکالیں۔ جیسے (شکل رابع) کل انسان حساس و کل ناطق انسان (نتیجہ) بعض الحساس ناطق اس کو شکل اول کی طرف لوٹانے کیلئے دونوں قضیوں کا عکس نکالتے ہیں بعض الحساس انسان وبعض الانسان ناطق (نتیجہ) بعض الحساس ناطق شکل اول کا نتیجہ وہی ہے جو شکل رابع کا تھا معلوم ہوا کہ شکل رابع کا نتیجہ صحیح ہے۔

اس بارے میں مزید تفصیل اور وضاحت ان شاء اللہ بندہ کی مرقات کی شرح سراج الرقات میں موجود ہے۔

فائدہ:۔ شکل ثانی بھی اگرچہ شکل اول کی طرف لوٹائی جاتی ہے لیکن وہ آدمی جس کے پاس عقل سلیم ہو وہ شکل ثانی کو شکل اول کی طرف لوٹانے کا محتاج نہ ہوگا۔

آخر میں مصنفؒ نے شکل ثانی کی شرائط کو اجمالاً بیان کیا ہے کہ شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی دو شرطیں ہیں ﴿۱﴾ دونوں مقدمے ایجاب وسلب میں مختلف ہوں ﴿۲﴾ کبریٰ کلیہ ہو۔ شکل ثانی کی پوری تفصیل ہم ان شاء اللہ تعالیٰ شکل اول کے بعد ذکر کریں گے۔

وجوہات تسمیہ: شکل اول:۔ کیونکہ اس کا نتیجہ بدیہی ہوتا ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔

شکل ثانی:۔ قیاس کے دو مقدموں میں پہلا مقدمہ یعنی صغریٰ دوسرے کی بنسبت افضل ہوتا ہے اور یہ شکل ثانی افضل المقدمتین میں شکل اول کے ساتھ ملتی ہے یعنی اس کا صغریٰ شکل اول کے صغریٰ کی طرح ہوتا ہے

اس لئے اس کو شکل ثانی کہتے ہیں۔

شکل ثالث: ۔ کیونکہ یہ ارذل المقدمتین (کبریٰ) میں شکل اول کے ساتھ ملتی ہے یعنی اس کا کبریٰ شکل اول کے کبریٰ کی طرح ہوتا ہے۔

شکل رابع: ۔ چونکہ یہ شکل اول کے بالکل الٹ ہوتی ہے اس لئے اس کو آخر پر رکھا گیا اور شکل رابع کا نام دیا گیا۔

فائدہ: ۔ ان چاروں شکلوں میں صغریٰ اور کبریٰ محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ) میں سے ہر ایک ہوسکتا ہے۔ اس اعتبار سے ہر شکل میں عقلی طور پر کل سولہ ۱۶ احتمالات ہوسکتے ہیں، لیکن ہر شکل کے نتیجہ دینے کیلئے علیحدہ علیحدہ شرائط ہیں۔ اگر وہ شرائط کسی احتمال میں پائی جائیں گی تو وہ احتمال نتیجہ دے گا ورنہ نہیں۔ جن احتمالات میں نتیجہ آتا ہے ان کو ضروب نتیجہ کہتے ہیں اور جن میں نتیجہ نہیں آتا ان کو ضروب عقیمہ کہتے ہیں۔

فائدہ: ۔ منطقی حضرات ایجاب وسلب کو کیفیت سے تعبیر کرتے ہیں اور کلیت و جزئیت کو کمیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر ان احتمالات میں کیفیت میں اختلاف ہو (صغریٰ، کبریٰ میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہو) تو نتیجہ سالبہ آئے گا اور اگر کمیت میں اختلاف ہو (صغریٰ، کبریٰ میں سے ایک کلیہ اور دوسرا جزئیہ ہو) تو نتیجہ جزئیہ آئیگا یعنی نتیجہ ہمیشہ اخس اور ارذل کے تابع ہوگا۔

وَالشَّكْلُ الْاَوَّلُ هُوَ الَّذِىْ جُعِلَ مِعْيَارًا لِلْعُلُوْمِ فَنُوْرِدُهٗ هٰهُنَا لِيُجْعَلَ دَسْتُوْرًا وَ مِيْزَانًا وَّيُنْتَجُ مِنْهُ الْمَطَالِبُ كُلُّهَا وَشَرْطُ اِنْتَاجِهَا اِيْجَابُ الصُّغْرٰى وَكُلِّيَّةُ الْكُبْرٰى وَضُرُوْبُهُ الْمُنْتِجَةُ اَرْبَعَةٌ اَلضَّرْبُ الْاَوَّلُ: كُلُّ جِسْمٍ مُؤَلَّفٌ وَكُلُّ مُؤَلَّفٍ مُحْدَثٌ فَكُلُّ جِسْمٍ مُحْدَثٌ وَالثَّانِىْ: كُلُّ جِسْمٍ مُؤَلَّفٌ وَلَا شَىْءَ مِنَ الْمُؤَلَّفِ بِقَدِيْمٍ فَلَا شَىْءَ مِنَ الْجِسْمِ بِقَدِيْمٍ وَالثَّالِثُ: بَعْضُ الْجِسْمِ مُؤَلَّفٌ وَكُلُّ مُؤَلَّفٍ مُحْدَثٌ فَبَعْضُ الْجِسْمِ مُحْدَثٌ وَالرَّابِعُ: بَعْضُ الْجِسْمِ مُؤَلَّفٌ وَلَا شَىْءَ مِنَ الْمُؤَلَّفِ بِقَدِيْمٍ فَبَعْضُ الْجِسْمِ لَيْسَ بِقَدِيْمٍ۔

ترجمہ: ۔ شکل اول ہی کو علوم کیلئے معیار بنایا گیا ہے پس ہم اس کو یہاں وارد کرتے ہیں تاکہ اس کو دستور اور ترازو بنایا جائے جس سے سارے نتائج مطلوبہ برآمد ہوں۔ اور شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرط صغریٰ کا موجبہ اور کبریٰ کا کلیہ ہونا ہے۔ اور اس کی نتیجہ دینے والی اقسام چار ہیں۔ پہلی قسم: **کل جسم مؤلف و کل مؤلف**

محدث فکل جسم محدث (صغریٰ، کبریٰ دونوں موجبہ کلیہ ہوں) دوسری قسم: کل جسم مؤلف ولاشئ من المؤلف بقدیم فلا شئ من الجسم بقدیم (صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو)۔ تیسری قسم: بعض الجسم مؤلف و کل مؤلف محدث فبعض الجسم محدث (صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہو) چوتھی قسم: بعض الجسم مؤلف ولا شئ من المؤلف بقدیم فبعض الجسم لیس بقدیم (صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو)۔

تشریح:۔ اس عبارت میں شکل اول کی فضیلت اور اس کی تفصیل بیان کررہے ہیں۔

شکل اول تمام اشکال میں سے افضل شکل ہے کیونکہ اس کا نتیجہ بدیہی ہوتا ہے اس کے نتیجے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوتا، نیز اس کا نتیجہ محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ) میں سے ہر ایک آتا ہے اور یہ بات کسی اور شکل میں نہیں پائی جاتی اس لئے بھی یہ بقیہ اشکال سے افضل ہے۔

عقلی طور پر ہر شکل میں سولہ ۱۶ احتمال ہیں لیکن ہر شکل میں نتیجہ دینے کی کچھ شرائط ہیں۔ شکل اول میں نتیجہ دینے کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) ایجاب صغریٰ۔ یعنی صغریٰ موجبہ ہو (۲) کلیۃ کبریٰ۔ یعنی کبریٰ کلیہ ہو۔ ان شرائط کا لحاظ کرنے کے بعد سولہ ۱۶ احتمالات میں سے چار ۴ احتمال ضروب نتیجہ ہیں اور بارہ ۱۲ ضروب عقیمہ ہیں۔ ان احتمالات کی تفصیل بمع امثلہ اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ کریں

☆ نقشہ شکل اول ☆

نمبر	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	کل جسم مرکب	کل مرکب حادث	کل جسم حادث
۲	"	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۳	"	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	کل جسم مرکب	لاشئ من المرکب بقدیم	لاشئ من الجسم بقدیم
۴	"	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	کل مرکب حادث	بعض الجسم حادث
۶	"	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۷	"	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	لاشئ من المرکب بقدیم	بعض الجسم لیس بقدیم
۸	"	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۰	"	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۱	"	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	"	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۴	"	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	"	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	"	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

شکل ثانی: شکل ثانی کے نتیجہ دینے کی بھی دو شرطیں ہیں ﴿۱﴾ اختلاف المقدمتین فی الکیف: یعنی ایک مقدمہ موجبہ ہو اور دوسرا سالبہ ہو۔ ﴿۲﴾ کلیۃ کبریٰ: یعنی کبریٰ کلیہ ہو۔ ان شرائط کا لحاظ کرنے کے بعد شکل ثانی میں بھی صرف چار ۴ احتمال نتیجہ دیتے ہیں باقی نہیں۔

ان سب احتمالات کی تفصیل مع امثلہ اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

☆نقشہ شکل ثانی☆

نمبر	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۲	〃	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۳	〃	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	کل جسم مرکب	لاشئ من القدیم بمرکب	لاشئ من الجسم بقدیم
۴	〃	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۶	〃	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۷	〃	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	لاشئ من القدیم بمرکب	بعض الجسم لیس بقدیم
۸	〃	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	لاشئ من القدیم بمرکب	کل جسم مرکب	لاشئ من القدیم بجسم
۱۰	〃	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۱	〃	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	〃	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الحجر لیس بحیوان	کل انسان حیوان	بعض الحجر لیس بانسان
۱۴	〃	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	〃	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	〃	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

فائدہ: شکل اول وثانی کے ضروب نتیجہ کو مندرجہ ذیل شعر میں بند کیا گیا ہے جس میں (س) سے مراد سالبہ کلیہ (م) سے مراد موجبہ کلیہ (واؤ) سے مراد موجبہ جزئیہ اور (ل) سے مراد سالبہ جزئیہ ہے ۔

مَـمَّ مَـسَّ وَمُـوَ وَسُـلَ اَوَّلاَ
مَسَّ سَمُسَّ وَسُـلَ لَمُلَ ثَانِیَا

پہلے مصرعے میں شکل اول اور دوسرے میں شکل ثانی کے ضروبِ نتیجہ کو بیان کیا گیا ہے۔

شکل اول کے ضروب نتیجہ یہ ہیں ﴿١﴾ مَمَّ یعنی موجبہ کلیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ موجبہ کلیہ ﴿٢﴾ مَسَّ یعنی موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ کلیہ ﴿٣﴾ وَمُـوَ یعنی موجبہ جزئیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ موجبہ جزئیہ ﴿۴﴾ وَسُـلَ یعنی موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ جزئیہ۔

اور شکل ثانی کے ضروب نتیجہ یہ ہیں ﴿١﴾ مَسَّ یعنی موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ کلیہ ﴿٢﴾ سَمُسَ یعنی سالبہ کلیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ کلیہ ﴿٣﴾ وَسُـــلَ یعنی موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ جزئیہ۔ ﴿۴﴾ لَمُلَ یعنی سالبہ جزئیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ جزئیہ۔

فائدہ: شکل ثالث اور رابع چونکہ کافی مشکل ہیں اس لئے اس مختصر رسالہ میں ہمارے مصنفؒ نے ان کو بیان نہیں کیا بڑی کتابوں میں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی تفصیل آجائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی بھی دو شرطیں ہیں ﴿١﴾ ایجاب صغریٰ ﴿٢﴾ کلیۃ احد المقدمتین: یعنی دونوں مقدموں میں سے کسی ایک کا کلیہ ہونا۔ ان شرائط کا لحاظ کرنے کے بعد شکل ثالث میں $\overset{٦}{\text{چھ}}$ ضروب نتیجہ اور $\overset{١٠}{\text{دس}}$ ضروب عقیمہ ہیں۔

اور شکل رابع کی شرائط میں تفصیل ہے۔ دونوں مقدمے موجبہ ہوں اور صغریٰ کلیہ ہو یا دونوں مقدمے ایجاب وسلب میں مختلف ہوں اور کوئی ایک کلیہ ہو۔ ان شرائط کا لحاظ کرنے کے بعد شکل رابع میں $\overset{٨}{\text{آٹھ}}$ ضروب نتیجہ اور $\overset{٨}{\text{آٹھ}}$ ضروب عقیمہ ہیں۔ ان دونوں شکلوں کی مزید تفصیل ان شاء اللہ بڑی کتابوں میں آئے گی۔

اگلے صفحہ پر اشکال اربعہ کا مشترکہ نقشہ دیا جاتا ہے جس میں ہر احتمال کے آگے صحیح اور غلط کی نشاندہی کی گئی ہے، صحیح کی جگہ ص اور غلط کی جگہ غ لکھا گیا ہے۔

☆نقشہ اشکال اربعہ صور صحیحہ وغیر صحیحہ☆

نمبر	صغریٰ	کبریٰ	شکل اول	شکل ثانی	شکل ثالث	شکل رابع
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	ص۱	غ	ص۱	ص۱
۲	〃	موجبہ جزئیہ	غ	غ	ص۲	ص۲
۳	〃	سالبہ کلیہ	ص۲	ص۱	ص۳	ص۳
۴	〃	سالبہ جزئیہ	غ	غ	ص۴	ص۴
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	ص۳	غ	ص۵	غ
۶	〃	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۷	〃	سالبہ کلیہ	ص۴	ص۲	ص۶	ص۵
۸	〃	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	غ	ص۳	غ	ص۶
۱۰	〃	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	ص۷
۱۱	〃	سالبہ کلیہ	غ	غ	غ	غ
۱۲	〃	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	غ	ص۴	غ	ص۸
۱۴	〃	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۱۵	〃	سالبہ کلیہ	غ	غ	غ	غ
۱۶	〃	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ

خلاصہ: ۔ شرائط شکل اول: ۔ ﴿۱﴾ ایجاب صغریٰ ﴿۲﴾ کلیۃ کبریٰ :: ضروب نتیجہ ۴ ضروب عقیمہ ۱۲

شرائط شکل ثانی: ۔ ﴿۱﴾ اختلاف المقدمتین فی الکیف ﴿۲﴾ کلیۃ کبریٰ :: ضروب نتیجہ ۴ ضروب عقیمہ ۱۲

شرائط شکل ثالث: ۔ ﴿۱﴾ ایجاب صغریٰ ﴿۲﴾ کلیۃ احد المقدمتین :: ضروب نتیجہ ۶ ضروب عقیمہ ۱۰

شرائط شکل رابع: ۔ ایجاب المقدمتین مع کلیۃ صغریٰ یا اختلاف المقدمتین فی الکیف مع کلیۃ احد المقدمتین

ضروب نتیجہ ۸ ضروب عقیمہ ۸

وَالْقِيَاسُ الْاِقْتِرَانِیُّ اِمَّا مِنْ حَمْلِيَّتَيْنِ كَمَا مَرَّ وَاِمَّا مِنْ مُتَّصِلَتَيْنِ كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَكُلَّمَا كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا فَالْاَرْضُ مُضِيْئَةٌ يُنْتِجُ اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالْاَرْضُ مُضِيْئَةٌ وَاِمَّا مِنْ مُنْفَصِلَتَيْنِ كَقَوْلِنَا كُلُّ عَدَدٍ اِمَّا زَوْجٌ اَوْفَرْدٌ وَكُلُّ زَوْجٍ فَهُوَ اِمَّا زَوْجُ الزَّوْجِ اَوْ زَوْجُ الْفَرْدِ يُنْتِجُ كُلُّ عَدَدٍ فَهُوَ اِمَّا فَرْدٌ اَوْ زَوْجُ الزَّوْجِ اَوْ زَوْجُ الْفَرْدِ وَاِمَّا مِنْ حَمْلِيَّةٍ وَمُتَّصِلَةٍ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ هٰذَا اِنْسَانًا فَهُوَ حَيْوَانٌ وَكُلُّ حَيْوَانٍ فَهُوَ جِسْمٌ يُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ هٰذَا اِنْسَانًا فَهُوَ جِسْمٌ وَاِمَّا مِنْ حَمْلِيَّةٍ وَمُنْفَصِلَةٍ كَقَوْلِنَا كُلُّ عَدَدٍ اِمَّا فَرْدٌ اَوْ زَوْجٌ وَكُلُّ زَوْجٍ فَهُوَ مُنْقَسِمٌ بِمُتَسَاوِيَيْنِ يُنْتِجُ كُلُّ عَدَدٍ فَهُوَ اِمَّا فَرْدٌ وَاِمَّا مُنْقَسِمٌ بِمُتَسَاوِيَيْنِ وَاِمَّا مِنْ مُتَّصِلَةٍ وَمُنْفَصِلَةٍ كَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ هٰذَا اِنْسَانًا فَهُوَ حَيْوَانٌ وَكُلُّ حَيْوَانٍ فَهُوَ اِمَّا اَبْيَضُ اَوْ اَسْوَدُ يُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ هٰذَا اِنْسَانًا فَهُوَ اِمَّا اَبْيَضُ اَوْ اَسْوَدُ۔

ترجمہ: ۔اور قیاس اقترانی یا تو دو حملیوں سے مرکب ہوگا جیسا کہ گزر چکا، یا دو متصلوں سے مرکب ہوگا جیسے ہمارا قول ان کانت الخ (اگر سورج طلوع ہونے والا ہوگا تو دن موجود ہوگا اور جب کبھی دن موجود ہوگا پس زمین روشن ہوگی: نتیجہ آئے گا: اگر سورج طلوع ہونے والا ہوگا تو زمین روشن ہوگی) یا دو منفصلوں سے مرکب ہوگا جیسے ہمارا قول کل عدد الخ (ہر عدد جفت ہوگا یا طاق اور ہر جفت جفت کا جفت ہوگا یا طاق کا جفت ہوگا: نتیجہ آئے گا کہ ہر عدد طاق ہے یا جفت کا جفت ہے یا طاق کا جفت ہے) یا حملیہ اور متصلہ سے مرکب ہوگا جیسے ہمارا قول کلما کان الخ (جب کبھی یہ چیز انسان ہوگی تو وہ حیوان ہوگی اور ہر حیوان جسم ہے: نتیجہ آئے گا کہ جب بھی یہ چیز انسان ہوگی تو وہ جسم ہوگی) یا حملیہ اور منفصلہ سے مرکب ہوگا جیسے ہمارا قول کل عدد الخ (ہر عدد طاق ہے یا جفت اور ہر جفت دو برابر حصوں میں تقسیم ہونے والا ہے: نتیجہ آئے گا کہ ہر عدد طاق ہے یا دو برابر حصوں میں تقسیم ہونے والا ہے) یا متصلہ اور منفصلہ سے مرکب ہوگا جیسے ہمارا قول کلما کان الخ (جب کبھی یہ چیز انسان ہوگی تو وہ حیوان ہوگی اور ہر حیوان سفید ہوگا یا سیاہ: نتیجہ آئے گا کہ جب کبھی یہ چیز انسان ہوگی تو وہ سفید ہوگی یا سیاہ)۔

تشریح: اب تک قیاس اقترانی کی جتنی مثالیں مصنفؒ نے دی ہیں وہ قضیہ حملیہ کی تھیں کیونکہ انکو سمجھنا آسان ہے۔ اس عبارت میں مصنفؒ یہ بتلا رہے ہیں کہ قیاس اقترانی جس طرح دو قضیہ حملیہ سے ملکر بنتا ہے اسی طرح

دو قضیہ شرطیہ یا ایک حملیہ اور ایک شرطیہ سے بھی بن سکتا ہے۔ پھر قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں متصلہ، منفصلہ۔ تو اس میں عقلی طور پر چھ ٦ احتمال بنتے ہیں ﴿۱﴾ دونوں قضیے حملیہ ہوں ﴿۲﴾ دونوں شرطیہ متصلہ ہوں۔ ﴿۳﴾ دونوں شرطیہ منفصلہ ہوں ﴿۴﴾ ایک حملیہ اور دوسرا شرطیہ متصلہ ہو ﴿۵﴾ ایک حملیہ اور دوسرا شرطیہ منفصلہ ہو ﴿٦﴾ ایک شرطیہ متصلہ اور دوسرا شرطیہ منفصلہ ہو۔ ان سب احتمالات کی امثلہ عبارت میں موجود ہیں۔

وَاَمَّا الْقِیَاسُ الْاِسْتِثْنَائِیُّ فَالشَّرْطِیَّةُ الْمَوْضُوْعَةُ فِیْهِ اِنْ کَانَتْ مُتَّصِلَةً فَاِسْتِثْنَاءُ الْمُقَدَّمِ یُنْتِجُ عَیْنَ التَّالِیْ کَقَوْلِنَا اِنْ کَانَ هٰذَا اِنْسَانًا فَهُوَ حَیْوَانٌ لٰکِنَّهٗ اِنْسَانٌ فَیَکُوْنُ حَیْوَانًا وَاِسْتِثْنَاءُ نَقِیْضِ التَّالِیْ یُنْتِجُ نَقِیْضَ الْمُقَدَّمِ کَقَوْلِنَا اِنْ کَانَ هٰذَا اِنْسَانًا فَهُوَ حَیْوَانٌ لٰکِنَّهٗ لَیْسَ بِحَیْوَانٍ فَلَا یَکُوْنُ اِنْسَانًا وَاِنْ کَانَتْ مُنْفَصِلَةً حَقِیْقِیَّةً فَاِسْتِثْنَاءُ اَحَدِ الْجُزْئَیْنِ یُنْتِجُ نَقِیْضَ الْاٰخَرِ وَاِسْتِثْنَاءُ نَقِیْضِ اَحَدِهِمَا یُنْتِجُ عَیْنَ الْاٰخَرِ وَعَلٰی هٰذَا مَانِعَةُ الْجَمْعِ وَمَانِعَةُ الْخُلُوِّ۔

ترجمہ:۔ بہرحال قیاس استثنائی پس جو شرطیہ اس میں موضوع ہے اگر وہ متصلہ ہو تو مقدم کا استثناء عین تالی کا نتیجہ دے گا جیسے ہمارا قول ان کان (اگر یہ چیز انسان ہے تو وہ حیوان ہے لیکن وہ انسان ہے پس وہ حیوان ہے) اور تالی کی نقیض کا استثناء مقدم کی نقیض کا نتیجہ دے گا جیسے ہمارا قول ان کان الخ (اگر یہ چیز انسان ہے تو وہ حیوان ہے لیکن وہ حیوان نہیں تو وہ انسان بھی نہیں)۔ اور اگر وہ (موضوع) منفصلہ حقیقیہ ہو تو دو جزؤں میں سے کسی ایک کا استثناء دوسرے کی نقیض کا نتیجہ دے گا اور ان (دو جزؤں) میں سے کسی ایک کی نقیض کا استثناء دوسرے کے عین کا نتیجہ دیگا۔ اور اسی پر مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو کو قیاس کرلو۔

تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ قیاس استثنائی کو بیان کر رہے ہیں جس کی تعریف گزر چکی ہے۔ اسکے نتیجہ کی وضاحت سے پہلے چند فوائد ذکر کئے جاتے ہیں۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔ قیاس استثنائی میں پہلا قضیہ شرطیہ ہوگا پھر متصلہ لزومیہ ہوگا یا منفصلہ عنادیہ حقیقیہ یا منفصلہ عنادیہ مانعۃ الجمع یا منفصلہ عنادیہ مانعۃ الخلو گویا کہ اس میں چار ۴ احتمال ہیں۔ اور شرطیہ متصلہ اتفاقیہ، منفصلہ اتفاقیہ حقیقیہ، منفصلہ اتفاقیہ مانعۃ الجمع، منفصلہ اتفاقیہ مانعۃ الخلو نہیں ہوسکتا کیونکہ ان میں نتیجہ نہیں آتا۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔ اس میں کبریٰ باہر سے نہیں آتا بلکہ صغریٰ ہی سے لیا جاتا ہے، پھر وہ کبریٰ عین مقدم ہوگا یا عین تالی، نقیض مقدم ہوگا یا نقیض تالی۔

فائدہ ﴿۳﴾:۔ اس کا نتیجہ بھی باہر سے نہیں آتا بلکہ صغریٰ ہی میں موجود ہوتا ہے۔ پھر اس میں بھی وہی چار احتمال ہیں کہ نتیجہ عین مقدم ہوگا یا عین تالی، نقیض مقدم ہوگا یا نقیض تالی۔

فائدہ ﴿۴﴾:۔ اس کا کبریٰ کیونکہ حرف استثناء کے بعد واقع ہوتا ہے اس لئے اس کو استثناء کہتے ہیں۔

نتیجہ نکالنے کا طریقہ:۔ اگر مقدمہ اول (صغریٰ) قضیہ شرطیہ متصلہ ہے تو مقدمہ ثانی عین مقدم ہوگا یا عین تالی، نقیض مقدم ہوگا یا نقیض تالی۔ اسی طرح حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو میں بھی یہی چار احتمال ہیں۔ گویا کہ عقلی طور پر کل سولہ احتمال بنتے ہیں۔ نتیجہ نکالنے کیلئے مقدمہ اول قضیہ شرطیہ متصلہ ہے تو کبریٰ کو دیکھیں گے کہ وہ کیا ہے؟ اگر کبریٰ عین مقدم ہے تو نتیجہ عین تالی آئے گا، اگر کبری عین تالی ہے تو نتیجہ نہیں آئے گا، اگر کبریٰ نقیض مقدم ہے تو نتیجہ نہیں آئے گا اور اگر کبریٰ نقیض تالی ہے تو نتیجہ نقیض مقدم آئے گا۔

اور اگر صغریٰ منفصلہ ہو کر حقیقیہ یا مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو ہے تو پھر بھی نتیجہ کیلئے کبریٰ کو دیکھیں گے، لیکن اسمیں کچھ فرق ہے کہ اگر کبریٰ عین مقدم ہے تو نتیجہ نقیض تالی آئے گا، اگر کبریٰ عین تالی ہے تو نتیجہ نقیض مقدم آئے گا، اگر کبریٰ نقیض مقدم ہے تو نتیجہ عین تالی آئے گا اور اگر کبریٰ نقیض تالی ہے تو نتیجہ عین مقدم آئے گا۔

ان تمام احتمالات کا نقشہ اگلے صفحہ پر ہے۔ ان میں سے دس احتمال نتیجہ دیتے ہیں اور چھ احتمال نتیجہ نہیں دیتے۔

☆نقشہ قیاس استثنائی☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	شرطیہ متصلہ	عین مقدم	عین تالی	ان کان ھذا انسانا فھو حیوان	لکنہ انسان	فھو حیوان
۲	″	عین تالی	×	×	×	×
۳	″	نقیض مقدم	×	×	×	×
۴	″	نقیض تالی	نقیض مقدم	ان کان ھذا انسانا فھو حیوان	لکنہ لیس بحیوان	فھو لیس بانسان
۵	منفصلہ حقیقیہ	عین مقدم	نقیض تالی	ھذا العدد اما ان یکون زوجا او فردا	لکنہ زوج	فھو لیس بفرد
۶	″	عین تالی	نقیض مقدم	ھذا العدد اما ان یکون زوجا او فردا	لکنہ فرد	فھو لیس بزوج
۷	″	نقیض مقدم	عین تالی	ھذا العدد اما ان یکون زوجا او فردا	لکنہ لیس بزوج	فھو فرد
۸	″	نقیض تالی	عین مقدم	ھذا العدد اما ان یکون زوجا او فردا	لکنہ لیس بفرد	فھو زوج
۹	مانعۃ الجمع	عین مقدم	نقیض تالی	ھذا الشیٔ اما ان یکون شجرا او حجرا	لکنہ شجر	فھو لیس بحجر
۱۰	″	عین تالی	نقیض مقدم	ھذا الشیٔ اما ان یکون شجرا او حجرا	لکنہ حجر	فھو لیس بشجر
۱۱	″	نقیض مقدم	×	×	×	×
۱۲	″	نقیض تالی	×	×	×	×
۱۳	مانعۃ الخلو	عین مقدم	×	×	×	×
۱۴	″	عین تالی	×	×	×	×
۱۵	″	نقیض مقدم	عین تالی	ھذا الشیٔ اما ان یکون لا شجرا او لا حجرا	لکنہ شجر	فھو لا حجر
۱۶	″	نقیض تالی	عین مقدم	ھذا الشیٔ اما ان یکون لا شجرا او لا حجرا	لکنہ حجر	فھو لا شجر

فَصْلٌ: اَلْبُرْهَانُ وَهُوَ قَوْلٌ مُّؤَلَّفٌ مِنْ مُّقَدَّمَاتٍ يَقِيْنِيَّةٍ لِاِنْتَاجِ يَقِيْنٍ وَالْيَقِيْنِيَّاتُ اَقْسَامٌ سِتَّةٌ اَحَدُهَا اَوَّلِيَّاتٌ كَقَوْلِنَا الْوَاحِدُ نِصْفُ الْاِثْنَيْنِ وَالْكُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ وَمُشَاهَدَاتٌ نَحْوُ اَلشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ وَالنَّارُ مُحْرِقَةٌ وَمُجَرَّبَاتٌ كَقَوْلِنَا السُّقْمُوْنِيَا مُسْهِلٌ لِلصَّفْرَاءِ وَحَدْسِيَّاتٌ كَقَوْلِنَا نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ وَمُتَوَاتِرَاتٌ كَقَوْلِنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِدَّعَى النُّبُوَّةَ وَاَظْهَرَ الْمُعْجِزَاتِ عَلٰى يَدِهٖ وَقَضَايَا قِيَاسَاتُهَا مَعَهَا كَقَوْلِنَا اَلْاَرْبَعَةُ زَوْجٌ بِسَبَبِ وَسْطٍ حَاضِرٍ فِي الذِّهْنِ وَهُوَ الْاِنْقِسَامُ بِمُتَسَاوِيَيْنِ۔

ترجمہ: ۔ فصل: برہان اور وہ ایسا قول ہے جو چند یقینی مقدموں سے مرکب ہو یقین کا نتیجہ دینے کیلئے۔

اور یقینیات چھ قسم پر ہیں (۱) اولیات: جیسے ہمارا قول الواحد الخ (ایک دو کا آدھا ہے اور کل جزء سے بڑا ہوتا ہے)۔ (۲) مشاہدات: جیسے الشمس الخ (سورج چمکنے والا ہے اور آگ جلانے والی ہے)۔

(۳) مجربات: جیسے ہمارا قول السقمونیا الخ (سقمونیا صفراء کیلئے مسہل ہے)۔ (۴) حدسیات: جیسے ہمارا قول نور القمر الخ (چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے حاصل ہوتی ہے)۔ (۵) متواترات: جیسے ہمارا قول محمد رسول اللہ ﷺ الخ (محمد ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرمائے)۔

(۶) وہ قضایا جن کے دلائل ان کے ساتھ ہوں جیسے ہمارا قول الاربعة زوج (چار جفت ہے) بسبب ذہن میں حاضر شدہ چیز کے واسطے کے اور وہ ہے (اس کا) دو برابر حصوں میں تقسیم ہونا۔

تشریح: ۔ اب تک جو قیاسات ذکر کئے گئے ہیں ان میں قیاس کی ظاہری شکل کو دیکھا گیا تھا۔ اس عبارت میں مصنفؒ قیاس کی باعتبار مادہ کے تقسیم کر رہے ہیں۔

مادۂ قیاس: اسکے اندر والے مضامین اور معانی کو کہا جاتا ہے۔ قیاس کی باعتبار مادہ کے پانچ قسمیں ہیں ﴿۱﴾ برہان ﴿۲﴾ قیاس جدلی ﴿۳﴾ قیاس خطابی ﴿۴﴾ قیاس شعری ﴿۵﴾ قیاس سفسطی۔

وجہ حصر: ۔ قیاس کی ان پانچ قسموں کی یہ وجہ حصر مولوی بحر العلوم نے بیان فرمائی ہے کہ قیاس کا مادہ یقینی ہوگا یا ظنی یا خیالی، یا غلط ہوگا۔ پھر یقینی ہو کر وہ حقیقت کے اعتبار سے سچا ہوگا یا شہرت کی وجہ سے سچا اور یقینی ہوگا۔ اگر مادۂ قیاس حقیقت کے اعتبار سے سچا اور یقینی ہے تو اس کو برہان کہتے ہیں، اگر شہرت کی وجہ سے مادۂ قیاس سچا ہے تو اس کو قیاس جدلی کہتے ہیں، اگر مادۂ قیاس ظنی ہے تو اس کو قیاس خطابی کہتے ہیں، ، اگر مادۂ قیاس خیالی ہے تو اس کو قیاس شعری کہتے ہیں اور اگر وہ مادۂ قیاس محض جھوٹ اور غلط ہے تو اس کو قیاس مغالطہ یا

قیاس سفسطی بھی کہتے ہیں۔

قیاس برہان: ۔ قیاس برہان وہ ہے جو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو اور اسکا نتیجہ بھی یقینی ہو جیسے (صغریٰ) **محمد ﷺ رسول اللہ** (کبریٰ) **کل رسول اللہ واجب الاطاعۃ** (نتیجہ) **محمد ﷺ واجب الاطاعۃ۔**

پھر وہ قیاس برہان عام ہے بدیہی مقدمات (جن کو ثابت کرنے کیلئے دلیل کی ضرورت نہ ہو) سے مرکب ہو یا نظری مقدمات (جن کو ثابت کرنے کیلئے دلیل کی ضرورت ہو) سے۔ پھر بدیہیات کی چھ قسمیں ہیں ﴿۱﴾ اولیات ﴿۲﴾ مشاہدات ﴿۳﴾ مجربات ﴿۴﴾ حدسیات ﴿۵﴾ متواترات ﴿۶﴾ فطریات۔

﴿۱﴾ **اولیات:** ۔ وہ مقدمات جن کو عقل صرف طرفین (موضوع محمول) کے تصور سے یقین کر لے جیسے **الواحد نصف الاثنین والکل اعظم من الجزء۔**

﴿۲﴾ **مشاہدات:** ۔ وہ قضایا جن میں حکم حواس ظاہرہ یا حواس باطنہ کے ذریعے کیا جائے۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں، اگر عقل حس ظاہری کے واسطے سے حکم لگائے تو ان کو حسیات کہتے ہیں جیسے **الشمس مشرقۃ والنار محرقۃ** اور اگر عقل حس باطنی کے واسطے سے حکم لگائے تو اسے وجدانیات کہتے ہیں جیسے **ان لنا غضبا و خوفا**۔ اور وہمیات بھی اسی میں داخل ہیں۔

﴿۳﴾ **مجربات:** ۔ وہ مقدمات جن پر عقل حکم لگانے کیلئے تکرار مشاہدہ کی محتاج ہوتی ہے یعنی کئی مرتبہ عقل اس میں مشاہدہ کر کے حکم لگائے جیسے **السقمونیا مسهل للصفراء** (سقمونیا بوٹی صفراء کیلئے مفید ہے) جب بار بار تجربہ کیا گیا کہ سقمونیا صفراء میں فائدہ دیتی ہے تب یہ حکم لگایا گیا۔

﴿۴﴾ **حدسیات:** ۔ وہ قضایا جن کی دلیلوں کی طرف ذہن تو جائے لیکن صغریٰ، کبریٰ اور ترتیب دینے کی ضرورت نہ پڑے جیسے اس آدمی کے سامنے جو فلکیات کا ماہر ہے یہ کہا جائے کہ **نور القمر مستفاد من نور الشمس** تو وہ اپنی علم فلکیات کی مہارت کی وجہ سے اس قضیہ میں صغریٰ، کبریٰ اور ترتیب دے کر دلیل قائم کرنے کا محتاج نہ ہوگا۔

﴿۵﴾ **متواترات:** ۔ وہ قضایا جن کے یقینی ہونے کا حکم ایسی جماعت کے کہنے سے کیا گیا ہو جس کو جھوٹا نہ کہہ سکیں جیسے **محمد رسول اللہ ﷺ ادعی النبوۃ واظہر المعجزات علی یدہ۔**

﴿۶﴾ **فطریات:** ۔ وہ قضایا کہ جب وہ ذہن میں آئیں تو ان کی دلیل ذہن سے غائب نہ ہو۔ ان کا

دوسرا نام قضایا قیاساتھا معھا بھی ہے جیسے الاربعة زوج اس قضیہ میں چار کے جفت ہونے کی دلیل بھی ذہن میں ساتھ ہی آتی ہے یعنی چار کا دو برابر حصوں میں تقسیم ہونا۔

وَالْجَدَلُ وَهُوَ قَوْلٌ مُؤَلَّفٌ مِنْ مُقَدَّمَاتٍ مَشْهُوْرَةٍ۔

ترجمہ:۔ اور جدل وہ ایسا قول ہے جو مشہور مقدموں سے مرکب ہو۔

تشریح:۔ قیاس جدلی وہ قیاس ہے جو مقدمات مشہورہ سے مرکب ہو ایسے مقدمات جو کسی جماعت کے ہاں تسلیم شدہ ہوں جیسے الظلم قبیح، کشف العورة مذموم۔

وَالْخِطَابَةُ وَهُوَ قَوْلٌ مُؤَلَّفٌ مِنْ مُقَدِّمَاتٍ مَقْبُوْلَةٍ مِنْ شَخْصٍ مُعْتَقَدٍ بِهٖ اَوْ مَظْنُوْنَةٍ۔

ترجمہ:۔ اور خطابۃ وہ ایسا قول ہے جو ایسے شخص کے مقبول مقدموں سے مرکب ہو جس پر اعتقاد کیا گیا ہے یا گمان کردہ مقدموں سے مرکب ہو۔

تشریح:۔ قیاس خطابی وہ ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو ان لوگوں سے ماخوذ ہوں جن کے بارے میں حسن ظن ہوتا ہے جیسے اولیاء، حکماء وغیرہ یا ایسے گمان کردہ مقدمات سے مرکب ہو جن میں رجحان کی بنا پر حکم لگا دیا جاتا ہے جیسے زید یطوف باللیل و کل من یطوف باللیل فھو سارق فزید سارق۔

وَالشِّعْرُ وَهُوَ قِيَاسٌ مُؤَلَّفٌ مِنْ مُقَدَّمَاتٍ يَنْبَسِطُ مِنْهَا النَّفْسُ اَوْ يَنْقَبِضُ۔

ترجمہ:۔ اور شعر وہ ایسا قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جن سے نفس خوش ہوتا ہو یا منقبض (پریشان) ہوتا ہو۔

تشریح:۔ قیاس شعری وہ قیاس ہے جس کا منشا خیال محض ہو جس سے آدمی کی طبیعت خوش ہو جائے یا بدمزہ ہو جائے واقع میں وہ سچے ہوں یا جھوٹے جیسے زید قمر و القمر مضیٔ فزید مضیٔ۔

وَالْمُغَالَطَةُ وَهُوَ قِيَاسٌ مُؤَلَّفٌ مِنْ مُقَدَّمَاتٍ كَاذِبَةٍ شَبِيْهَةٍ بِالْحَقِّ اَوْ بِالْمَشْهُوْرِ اَوْ مِنْ مُقَدَّمَاتٍ وَهْمِيَّةٍ كَاذِبَةٍ۔

ترجمہ:۔ اور مغالطہ وہ قیاس ہے جو ایسے جھوٹے مقدمات سے مرکب ہو جو حق بات یا مشہور بات کے مشابہ ہوں یا جھوٹے وہمی مقدمات سے مرکب ہو۔

تشریح:۔ قیاس مغالطہ وہ ہے جو ایسے مقدمات سے مل کر بنے جو محض وہمی اور جھوٹے ہوں جیسے العالم مستغن عن المؤثر و کل ما ھو مستغن عن المؤثر فھو قدیم (نتیجہ) العالم قدیم۔ اس قیاس

کا دوسرا نام سفسطہ بھی ہے۔

وجوہات تسمیہ: برہان: ۔ برہان کا معنی ہے غلبہ ہونا اور اس میں بھی مخالف پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

جدل: ۔ اس کا معنی ہے جھگڑا اور یہ قیاس بھی اکثر جھگڑوں اور مناظروں میں استعمال ہوتا ہے۔

خطابی: ۔ کیونکہ یہ قیاس اکثر خطابات میں استعمال ہوتا ہے۔

شعری: ۔ کیونکہ یہ قیاس اکثر اشعار میں استعمال ہوتا ہے۔

مغالطہ: ۔ کیونکہ اس قیاس میں بھی مغالطہ ہوتا ہے۔ اس کو سفسطہ بھی کہتے ہیں کیونکہ سفسطہ کا معنی ہے وہم، جھوٹ اور یہ بھی جھوٹے اور وہمی قضایا سے مرکب ہوتا ہے۔

وَالْعُمْدَةُ هِيَ الْبُرْهَانُ لَا غَيْرَ۔ ترجمہ: ۔ اور عمدہ (قسم) وہ برہان ہی ہے نہ کہ کوئی اور۔

تشریح: ۔ سب سے عمدہ قیاس برہان ہے، وجہ یہ ہے کہ ہم اس کے ذریعے حق کو ثابت کر سکتے ہیں اور باطل کی تردید کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر جدلی عمدہ ہے، پھر تیسرے نمبر پر خطابی، چوتھے نمبر پر شعری اور پانچویں نمبر پر قیاس مغالطہ ہے۔ مصنفؒ نے یہ ترتیب بھی اسی لئے رکھی ہے۔

وَلٰكِنْ هٰذَا اٰخِرُ الرِّسَالَةِ مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِ مَنْ لَّهُ الْبِدَايَةُ وَاِلَيْهِ النِّهَايَةُ۔

ترجمہ: ۔ لیکن یہ رسالے کا آخر ہے درانحالیکہ اس ذات کی حمد کے ساتھ ملا ہوا ہے کہ اسی کیلئے ابتداء ہے اور اسی کی طرف انتہاء ہے۔

تشریح: ۔ مصنفؒ کا ان الفاظ کے ساتھ کتاب کو ختم کرنا بھی دو وجوہات کی بناء پر اچھا ہے۔

﴿۱﴾ مصنفؒ نے کتاب کے شروع میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کی تھی اور آخر میں بھی حمد فرما رہے ہیں، کتاب کا اختتام بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ہو رہا ہے۔

﴿۲﴾ کتاب کا اختتام بھی ہو رہا ہے اور کتاب کا آخری لفظ بھی النہایۃ ہے جس کا معنی ہے اختتام۔ اس کو حسن اختتام کہتے ہیں۔

تم بحمد اللہ